دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لٰہ دعوۃ الحق

فون نمبر ڈائرکٹ سسٹم
052317 — 340
341
342

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر : سمیع الحق

جلد نمبر ۲۲
شمارہ نمبر ۶
رجب ۱۴۰۷
مارچ ۱۹۸۷ء

اس شمارے میں

★

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰/- روپے	بیرون ملک	بحری ڈاک	چھ پونڈ
فی پرچہ	چار روپے	بیرون ملک	ہوائی ڈاک	دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

● ——— اقتدار کے ایوانوں میں اذانِ حق
● ——— رقص و سرود اور فحاشی کی سرپرستی

فحاشی وعریانی، رقص و سرود، عیش و طرب، جب کسی قوم کی تہذیب اور معاشرہ کا لازمہ حیات بن جاتے ہیں تو قومی عروج اور ملی ارتقا بھی روبہ تنزل اور انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے۔ مملکتِ پاکستان اپنے نظریاتی اساس کی بنیاد پہ ہیرا منڈی، بازارِ حسن اور قحبہ خانوں کی متحمل نہ تھی اور فحاشی کے ان اڈوں کا قیام نظریاتی اساس پہ تیشہ چلانے کے مترادف تھا۔ مگر اربابِ اقتدار اور رہنمایانِ قوم نے ادھر کوئی توجہ نہ دی۔ بلکہ بازاروں کے قیام کی اجازتیں بھی دیں اور ان کے فروغ کا اہتمام بھی کیا۔ حدود آرڈیننس سے کچھ اوس پڑی تھی مگر نئی جمہوری حکومت کے سنہری کارناموں میں تازہ ترین قومی بہی خواہی کا شاہکار کردار بازارِ حسن کا فروغ اور ہیرا منڈی کے کاروبار کی منصوبہ بندی ہے۔

واسفاہ! کس سے توقع رکھیں کس سے شکایت کریں، آخر ہے کون جسے دینِ اسلام کی مظلومیت پہ آنسو بہانے کی فرصت ہو کون ہے جسے مظلوم اسلام کی فریاد سننے کا یارا ہو ضلعی عدالتیں تو کجا ہائی کورٹ تک سب ایک ہی راہ کے شناور ہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ ماند، بے رونق اور کمزور پڑے ہوئے ہیرا منڈی کے بازارِ حسن کو عدالت و انصاف کی صوبائی سطح کی سب سے بڑی عدالت ہائی کورٹ نے فتویٰ جواز اور اس کے فروغ کے نئے رنگ ڈھنگ کی اجازت بھی مرحمت فرمادی ہے۔ دینی حلقے، اسلام اور ملتِ محمدیہ کے بہی خواہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ مذہبی حلقوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، علماءِ حق نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور پارلیمانی رہنما مولانا سمیع الحق نے تو قانون اور انصاف کی سب سے بڑی عدالت "سینٹ آف پاکستان" میں مسئلہ اٹھاتے ہوئے ۲ر فروری ۱۹۸۷ء کو درج ذیل تحریکِ التوا پیش کر دی۔

جناب چیئرمین آف سینٹ! بحیثیت ایک مسلمان اور ایک اسلامی مملکت کے پارلیمنٹ کے رکن ہونے کی وجہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لاہور کی ایک عدالت ہائی کورٹ نے یہ حکم دیا ہے کہ "پولیس رقاصاؤں کے ناچ گانے کے کاروبار میں مداخلت نہ کرے۔

جناب چیئرمین صاحب! ملک کا دستور ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ اس ملک کا اقتدار اعلیٰ اللہ رب العالمین کیلئے ہے اور اس میں بندوں کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کرنے کیلئے ہیں پھر یہاں عدالتوں کو ایسے اختیارات دینا جو خداوند تعالیٰ کے محرمات کو جائز قرار دیں اور ایسے قوانین کو باقی رکھنا جن کی بنیاد پر ایسے غلط

فیصلوں کا سہارا لیا جاتا ہے ایک اسلامی مملکت اور اس کے مسلمان شہریوں کیلئے نہایت تکلیف دہ عمل ہے۔ اس فیصلے سے نہ صرف میرا بلکہ اسلامی نظام کے نفاذ کا نام لینے والی حکومت اور پارلیمنٹ کا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے۔ اس لئے اس معاملہ کو زیر غور لایا جائے۔

اس کے بعد مولانا سمیع الحق نے وضاحت کرتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا :

جناب چیئرمین صاحب! متعدد وجوہ سے پارلیمنٹ کا اور ہم سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ ایک تو بنیادی طور پر ایسی کوئی بات جو ملک کی نظریاتی اساس کے خلاف ہو اور خداوند تعالیٰ کے قطعی محرمات کو اس سے جائز قرار دیا جائے وہ اس ملک کے آئین کے خلاف ہے کیونکہ قرارداد مقاصد میں یہ ساری تفصیلات موجود ہیں اور جس کا ایک اقتباس میں نے پڑھ کر سنا بھی دیا ہے کہ یہ اختیار کسی کو نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حدود میں دخل اندازی کرے۔ پھر آئین کے رہنما اصولوں میں بھی واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ملک میں بے حیائی فحاشی اور غلط چیزوں کی سرکوبی کی جائے گی اور ایسے تمام اقدامات کی حوصلہ شکنی کی جائیگی اس ملک میں حدود آرڈیننس جاری ہے، جسے آٹھویں آئینی ترمیم میں بھی تحفظ دیا گیا ہے اور حدود آرڈیننس کے بعد میرا خیال یہ ہے کہ ———

جناب چیئرمین نے بات ٹوکتے ہوئے کہا کہ مولانا! کیا حدود آرڈیننس میں گانا بند ہے۔؟

مولانا سمیع الحق نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ :

میں اس مسئلہ کیطرف بھی آرہا ہوں، تو حدود آرڈیننس کے بعد بازار حسن وغیرہ بند کر دئے گئے۔ بہرحال آپ اسے بازار حسن کہیں یا ہیرا منڈی کا کاروبار کہیں یا اسے کوئی چکلہ کہے سب ہی ایک معنی کی حقیقت ہیں تو ان کو سربمہر کر دیا گیا تھا اور یہ سارا کاروبار کافی حد تک ختم ہو گیا تھا۔ اب ان لوگوں نے جو فحاشی کے کاموں میں مصروف ہیں انہوں نے پھر سے پوری منظم کوششیں کیں۔ پولیس کے ساتھ مل کر بات چیت کی مذاکرات کئے اور معاملہ عدالت تک پہنچا۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ پولیس اپنی حرام آمدن کے ذرائع کیلئے کیا کچھ کرتی ہے۔ بہرحال مذاکرات ہوئے، جسکی تفصیل اخبارات میں آچکی ہے اور معاملے کو ایسی شکل دیدی گئی کہ پھر سے وہ بازار آباد ہو گیا اور فیصلے میں کہا گیا کہ رات کے بارہ بجے سے لیکر آخر شب تک پردوں کے پیچھے لوگ آکر ناچ گانا سن سکتے ہیں۔ یہ حالت آپ خود سمجھتے ہیں اور پورے ملک کے مسلمانوں، اور عقلمندوں کو معلوم ہے کہ بارہ بجے کے بعد آخر شب تک آنے والے کون ہوتے ہیں کیا وہ صرف گانا بجانا سننے کیلئے آئیں گے بلکہ وہ تو فحاشی کے دوسرے کاروبار جاری رکھیں گے۔

——تو جناب یہ تو اپنے آپ کو فریب دینا ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ معاملہ صرف گانا بجانا سننے تک رہے گا۔ تو محترم! حدود آرڈیننس کی وجہ سے ناچ گانا بھی ناجائز ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جو چیز بھی منکرات اور فواحش میں ہو زنا کے اسباب اور دواعی سے ہو۔ آپ نے اس کو لازماً بند کرنا ہوگا ——— اگر آپ زنا پہ پابندی لگاتے ہیں اور اس کے وسائل و

ذرائع اس کے دواعی و اسباب کی کھلی چھٹی دیتے ہیں تو پھر زانی کیلئے اور زنا کرنے والے کیلئے حدود آرڈیننس کو تحفظ بھی دے دیتے ہیں تو یہ ایک مذاق بن جاتا ہے۔ پھر تو حدود آرڈیننس کو بھی واپس لینا چاہیے ــــ اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی عدالت کو اس قدر واضح اور صریح مسئلہ میں جس سے پورے ملک کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اس سے لوگ مشتعل ہو گئے ہیں کہ ملک میں تو اسلامی نظام کے نفاذ کا نام لیا جا رہا ہے لیکن فحاشی اور بے حیائی کے کاموں کو تحفظ دیا جا رہا ہے جو اس ملک کے نظریاتی اساس کی صریحاً خلاف ورزی ہے ــــ اور جناب! آپ کے اسلامائزیشن کے اثرات اب بازارِ حسن تک پہنچ گئے ہیں۔ اور جناب! آپ نے بازارِ حسن کو باقاعدہ جواز کا فتویٰ دے کر گویا اسلامی بنا دیا ہے۔ آپکی عدالتوں نے پاکستان کی عدالتوں نے باقاعدہ یہ فتویٰ دیدیا ہے کہ بازارِ حسن کا کاروبار جائز ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تو جناب قرآن کی تعلیمات واضح ہیں کہ یہ ناچ گانا یہ فحاشی یہ رقص و سرود اور زنا وغیرہ یہ سب امور اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دئے ہیں۔ اور ان کی حدود متعین کر دی ہیں اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

مولانا سمیع الحق کی تقریر جاری تھی کہ نواب راحت سعید چھتاری نے پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ آیاتِ قرآنیہ اور نصیحت کے سمجھنے میں اپنے کسی اعتراض کا اظہار کیا۔ مگر مولانا سمیع الحق نے اپنی تقریر جاری رکھی اور کہا یہ تو میں نے صرف ایک دو آیتیں سنا دی ہیں۔ اگر نواب صاحب اس کو نہ سمجھ سکیں تو میں قرآن کا بہت سا حصہ ان کو سنا سکتا ہوں۔ بہرحال اخبارات میں یہ چیز آگئی ہے کہ اب بازارِ حسن کا سارا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا ہے۔ میرے پاس اخبارات کی کٹنگ محفوظ ہے۔

جناب چیئرمین! تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس فیصلے سے آئین کی صریح خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اگر بالفرض کوئی ایسا قانون ہے بھی جس کا سہارا لیکر ہائی کورٹ کے جج نے فیصلہ کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسے قوانین کو نظر انداز کرنا چاہیئے جو آئین سے متصادم ہیں ہم تو اسی وجہ سے لڑ رہے ہیں اور شریعت بل کی جنگ لڑ رہے ہیں کہ عدلیہ کو پابند بنانا چاہیئے کہ وہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی حکم نہ دے اور یہی شریعت بل کی بنیادی دفعہ ہے۔ اگر قوانین کی اور عدالتوں کی موجودہ صورتِ حال ہمارے سامنے نہ ہوتی تو ہم اس چیز پر زور نہ دیتے۔ آج عدلیہ کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ فحاشی کی اجازت دے دے وہ قحبہ خانوں کو کھلوا دے تو یہ ساری وجہ یہ ہے کہ قانون میں عدلیہ پر کوئی پابندی نہیں کوئی قدغن نہیں۔

اس وقت مولانا سمیع الحق صاحب آئین کے اسلامی سانچے میں ڈھالنے کیلئے شریعت بل کیطرف اشارہ کر رہے تھے۔ تو چیئرمین جناب غلام اسحٰق خان نے اس موقعہ پر سرکار نامدار کے وکیل صفائی کے طور پر مولانا کو کہا کہ "شریعت بل کی

۵

بات اب نہ کریں، جب شریعت بل کی بحث ہو تو اس کو وہاں چھیڑیں "۔ مولانا سمیع الحق نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ
جناب! میں نے صرف ایک دلیل پیش کی ہے کہ نظام شریعت اگر نافذ ہوتا شریعت بل منظور ہوکر اسکی پابندی کی جاتی تو آج
عدالتیں اس حد تک حدود شرعیہ و اخلاقیہ کے خلاف فیصلے نہ صادر کرتیں اور جمہور اسلام کے جذبات کو مجروح نہ کرتیں اور خود
حکومت کے اسلامائزیشن کے دعوؤں کو ملحوظ رکھتی ۔ لیکن لاہور ہائی کورٹ جیسی بڑی عدالت نے اس طرح کا فیصلہ کرکے مسلمانوں
کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور ملک کے نظریاتی اساس پر حملہ کیا ہے ۔ اور اس سے پارلیمنٹ کے تمام ارکان کے دینی جذبات
کو بھی مجروح کیا ہے ۔

جناب چیئرمین نے مسٹر وسیم سجاد مرکزی وزیر کو حقیقت حال اور پیش آمدہ صورت مسئلہ پر بات کرنے کی دعوت دی
وزیر صاحب بہت کچھ بولے، انگریزی کی طویل گفتگو میں ایک مسلمان کی حیثیت سے اس غلط فیصلے پر اپنے درد دل کے
اظہار کی بجائے حکومت کی اسلام سے وفاداری اور قرآن و حدیث سے محبت و پاسداری کی باتیں کرتے رہے ۔ مولانا
سمیع الحق اور دینی درد رکھنے والے ارکان پارلیمنٹ وزیر باتدبیر کی اس تقریر سے مطمئن نہیں تھے چنانچہ مولانا سمیع الحق نے اپنی
تقریر میں کہا : جناب چیئرمین! جناب وزیر صاحب وسیم سجاد نے ساری تقریر میں بار بار اس بات پہ زور دیا کہ
حکومت اسلام کی بڑی خیرخواہ ہے اور وہ پوری کوشش کر رہی ہے کہ اسلام نافذ ہو جائے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ
پرنالہ وہیں رہے گا ۔ مولانا سمیع الحق نے طنزاً کہا : جناب! بہت مخلصانہ جدوجہد جاری ہے ۔ جہاد جاری ہے، پرنالہ
اپنی جگہ رہے گا مگر حکومت ہے اسلام کی بڑی ہمدرد ۔
مولانا سمیع الحق دیکھ رہے تھے کہ ۹ کروڑ مسلمانوں کے جذبات کا احساس کیلئے بغیر وزیر صاحب وسیم سجاد اور
حکومتی پالیسی، اس فریاد کو اور اسلام کی بہی خواہی کو درخور اعتناء نہیں سمجھ رہی ــــ تو مولانا سمیع الحق اس وقت اور بھی جذبات
میں آگئے جب چیئرمین نے کہا یہ مسئلہ شریعت کورٹ میں جانا چاہئے ۔ تو مولانا سمیع الحق نے کہا کہ :
محترم چیئرمین! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ کسی شخص واحد کا مسئلہ نہیں، نو کروڑ مسلمانوں کا مسئلہ ہے اگر نو کروڑ
مسلمانوں کے حقوق سینٹ میں پیش نہیں ہو سکتے تو پھر اسکی غرض کیا ہے ۔ قومی اسمبلی اور سینٹ تو عوام کے حقوق ہی
کیلئے ہیں ۔ ہم ان کے نمائندے ہیں ۔ ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ان کی آواز یہاں پہنچائیں ۔ اگر ان کا کوئی استحقاق مجروح ہوتا
ہے یا مذہبی جذبات کی پامالی ہوتی ہے تو ہم یہاں آواز اٹھائیں گے یہ ہمارا فرض منصبی ہے ۔
دوسری بات یہ ہے کہ ہم آئین کے محافظ ہیں اور عدالت کا یہ فیصلہ آئین کی صریحاً خلاف ورزی ہے ۔ ہم نے آئین
کی اسلامی دفعات کے تحفظ کا بھی حلف اٹھایا ہے ۔ جناب! اخبارات آپ کے سامنے ہیں اسکی قطعی خبریں شائع ہو
چکی ہیں اور جس پر عمل بھی شروع ہو چکا ہے ہم تمام مسائل جب اخبارات کے ذریعہ اٹھاتے ہیں ۔ تو اس میں ایسی دستاویزی
ثبوتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ جناب! اگر عدالتی فیصلہ غلط تھا یا خبر غلط تھی تو وسیم سجاد صاحب وزیر اسکی تردید شائع

کردیتے ان کی خاموشی گویا رضا ہے کہ عدالت نے ایسا فیصلہ دیا ہے۔ اور چوتھی بات وسیم سجاد صاحب نے فرمائی کہ شریعت کورٹ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جناب! میں عرض کرتا ہوں کہ آخر حکومت نے بھی عدالتوں کے کئی فیصلوں جب حکومت کے خلاف کوئی فیصلہ ہوتا ہے یا اس کے سیاسی مفادات پر زد پڑتی ہے۔ تو فوراً اس مسئلہ کو اعلیٰ عدالتوں میں لے جاتے ہیں۔ مگر اسلام کے تحفظ اور دینی اقدار کے تحفظ کی ذمہ داری غریب عوام پر چھوڑتے ہیں اگر حکومت نفاذِ اسلام میں مخلص ہے۔ تو اس کو از خود یہ مسئلہ شریعت کورٹ میں اٹھانا چاہیے۔

حکومت اگر اپنے حقوق اور اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ریفرنس لے سکتی ہے، اعلیٰ عدالتوں میں جا سکتی ہے اور سرکاری وکیل استغاثہ مقرر کر سکتی ہے تو اس مسئلہ کو خالص اسلام کے مسئلہ کو حکومت شریعت کورٹ میں کیوں نہیں لے جا سکتی۔ عوام کے پاس استطاعت کہاں کہ ایک ایک جزیہ کیلئے لاکھوں کے خرچ کر کے شریعت کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ آخر اسلام کا نام لینے والی حکومت پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کو رولز وغیرہ کا سہارا لیکر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! آپ بحیثیت ایک دردمند مسلمان کے اس کا نوٹس لیں۔

جناب چیئرمین غلام اسحاق خان نے اس موقعہ پر طویل تقریر کی، اور مولانا سمیع الحق سے کہا:

مولانا! کبھی کبھی موسیقی سن لیا کریں اس سے طبیعت میں نرمی پیدا ہوگی۔ آپ مجھے غلط نہ سمجھیں جس طرح کی موسیقی اور ناچ گانے کا آپ نے ذکر کیا میں اس کے صریحاً خلاف ہوں[1]

جناب والا! اس کیلئے موجودہ اسلامی حکومت کی برکت سے پورے بازار بھرے پڑے ہیں کیسٹوں کے کیسٹس بازاروں میں مل رہے ہیں۔ میوزک سنٹرز ہیں وڈیو سنٹرز ہیں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے اب تو کوٹھے پر جانے کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔

(ماخوذ از رپورٹ سینٹ سیکرٹریٹ، ۲ فروری ۱۹۸۷ء)

---

[1] آج سے ۱۴ سال قبل جب مولانا سمیع الحق صاحب کے والدِ گرامی قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے اسمبلی میں فحاشی کے خلاف احتجاج کیا تھا اور قرارداد پیش کی تھی تو اس وقت کی حکمران پارٹی کے ایک رہنما نے اسمبلی میں یہی گوہر افشانی کی تھی کہ "طوائف کے کوٹھے ہی سے سارے آداب ملتے ہیں یہ مولوی لوگ وہاں سے آداب سیکھ کر آئیں۔ جو میوزک نہیں جانتا وہ پاک انسان نہیں بن سکتا۔ تیرا سال بعد پارلیمنٹ میں نام نہاد اسلامی حکومت کے دور میں بھی اسکی صدائے بازگشت پھر سے سنائی جا رہی ہے اور موجودہ پارلیمنٹ کے چیئرمین نے بھی مولانا سمیع الحق سے وہی کچھ کہا جو ان کے والدِ گرامی سے کہا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گذشتہ اسمبلیوں اور اب کی پارلیمنٹ میں علماء حق نازک ترین کٹھن اور روح فرسا ماحول میں کس قدر ذمہ داری سے فریضۂ اعلاء کلمۃ الحق ادا کر رہے ہیں۔

شریعت بل پر اختتامی تقریر یہ تقریر الحق کے اگلے شمارہ میں ملاحظہ کیجئے — شریعت بل پر سینیٹ میں عمومی بحث طویل عرصہ تک جاری رہی بحث کے اختتام میں محرک شریعت بل مولانا سمیع الحق نے دو ڈھائی گھنٹہ تک مدلل اور مفصل خطاب فرمایا۔ وائنڈاپ کرتے ہوئے انہوں نے بل کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا اور اٹھائے گئے اہم اعتراضات کا جواب دیا یہ تاریخی تقریر انشاء اللہ الحق کے اگلے شمارہ میں شائع کی جائے گی۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

مضمون نگار حضرات سے التماس ہے کہ مضمون کاغذ کے ایک طرف سیاہی سے تحریر فرمایئے اور صفحے کا حاشیہ اسی صفحے پر تحریر کیجئے۔

(ادارہ)

افادات : شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ
ضبط و ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

بیاد مجلس شیخ الحدیث

صحبتے با اہل حق

اصول کی پابندی | ۲۲ر فروری ۱۹۸۰ء ۔ بعد العصر حسب معمول مجلس شیخ الحدیث میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور طلبہ بھی پہلے سے موجود تھے۔ احقر بھی سلام و مصافحہ کرکے ایک طرف بیٹھ گیا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے احقر سے فرمایا : کفایت المفتی ج ۹ کا کیا بنا ساتھ لائے ہو کہ نہیں ؟ اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ گزشتہ دنوں احقر نے حضرت مدظلہٗ سے عرض کیا تھا جب ۱۹۳۵ء میں سرحد اسمبلی میں شریعت بل پیش ہوا تھا تو اس وقت ڈیرہ اسماعیل خان کے قاضی محمد جان صاحب نے حضرت العلامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے اس سلسلہ میں استفسار اور شبہات کا جواب طلب کیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کا جو مفصل جواب تحریر فرمایا۔ موجودہ دور میں شریعت بل کے سلسلہ میں اٹھائے گئے سوالات اور شبہات کا بھی اس سے کافی حد تک ازالہ ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا : یہ تو اچھی بات کہی جب آنا تو "کفایت المفتی" بھی ساتھ لانا اور مجھے بھی وہ مضمون سنا دینا۔ آج جب احقر حاضر خدمت ہوا تو حضرت مدظلہٗ چند روز قبل میرے ذمہ لگائے ہوئے کام کفایت المفتی کے ساتھ لانے کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کتاب ساتھ لائے ہو کہ نہیں ؟

احقر نے عرض کیا : حضرت ! کتاب میں نے کتب خانہ سے لے لی تھی اور ناظم کتب خانہ نے میرے نام اس کا اندراج بھی کر دیا تھا۔ مگر استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ نے دیکھ لی تو مجھ سے لے لی کہ سینیٹ میں انکی اس سلسلہ میں مفصل تقریر ہونے والی تھی۔ ناظم کتب خانہ مولانا اعجاز حسین صاحب بھی حاضر خدمت تھے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ان سے دریافت فرمایا کہ دارالعلوم کے کتب خانہ میں کفایت المفتی کے کتنے نسخے موجود ہیں ؟ انہوں نے عرض کیا جی صرف ایک نسخہ ہے۔ ارشاد فرمایا : جب نسخہ ایک ہے تو پھر اسے کتب خانہ سے باہر جانے کی اجازت کیوں دی — دیکھو ! دارالعلوم دیوبند میں بھی کتب خانہ کا یہ اصول تھا اور ہمارا بھی یہی اصول ہونا چاہیئے کہ جس کتاب کا کتب خانہ میں ایک نسخہ موجود ہو اس کے باہر جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ برخوردار سمیع الحق کو ضرورت تھی تو کتب خانہ میں دیکھ لیتے، میرے لئے بھی یہ اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ دیکھئے اصول کو ملحوظ رکھئے — اب کیا بنے گا سمیع الحق تو چھ سات روز کے سفر پر ہیں۔ اچھا یوں کر لو کہ بازار میں کسی کتب خانہ سے میرے لئے یہ کتاب ذاتی طور پر لے لو میں رقم ادا کر دوں گا۔ احقر نے عرض کیا حضرت ! مستقل کتاب لینے کی بجائے مطلوبہ بحث کی فوٹو کرا لیں گے اور

اور وہ کل ساتھ لاؤں گا اور سنا دوں گا۔ ارشاد فرمایا: بہت بہتر ہے مگر دیکھنا کتب خانہ کے بارے میں اصول کو ملحوظ رکھنا، بے قاعدگی سے نقصان ہوتا ہے۔ اور باقاعدگی میں برکت ہوتی ہے۔

شریعت بل، اکابرین جمعیۃ کی مساعی کا تسلسل

اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شریعت بل کوئی نئی بات نہیں، دیکھو ۱۹۳۵ء میں انگریزوں کے دور میں بھی شریعت بل پیش کیا گیا تھا حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور جمعیۃ علماء ہند اسکی پشت پر تھے۔ الحمدللہ کہ آج بھی اللہ پاک نے جمعیۃ علماء اسلام کے بزرگوں اور شریعت محاذ کے رہنماؤں کو شریعت بل کی تحریک چلانے کی توفیق بخشی ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ اس میں دارالعلوم کا بھی حصہ ہے۔

علماء کرسی کے طالب نہیں

اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ سرکاری لوگوں کو اور وکلاء اور عدالتوں کے بعض ججوں کو یہ اندیشہ ہو رہا ہے۔ کہ اگر شریعت بل پاس ہو گیا، نظام شریعت قائم ہو گیا تو مولوی کرسیوں پر قبضہ کر لیں گے اور ہمیں کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ مگر ان کا یہ خیال غلط ہے۔ علماء کرسیوں کی جنگ نہیں لڑتے۔ دیکھئے میراث کا قانون علماء کی مساعی سے پاس ہوا تھا، اب تک چل رہا ہے، مگر اس میں کسی مولوی نے کرسی کا مطالبہ نہیں کیا کسی مفتی نے کسی جج سے کرسی کی جنگ نہیں لڑی۔ ہمارے دارالافتاء کے دارالعلوم میں بھی وراثت کے مسائل آتے ہیں علماء بتاتے ہیں، جج نافذ کرتے ہیں، کسی مولوی کا اور جج کا آج تک نفاذ حکم میں بھی اختلاف نہیں آیا کہ مولوی نے یہ کہا ہو کہ جب فتویٰ میں نے دیا ہے۔ مسئلہ میں نے بتایا ہے کرسی پر بھی میں بیٹھوں گا۔ لہٰذا جب مکمل شریعت نافذ ہو گی تب بھی کرسی پر یہی حضرات بیٹھیں گے، ہمارے بوریہ نشین علماء صرف رہنمائی کریں گے، مسائل بتائیں گے۔ انہیں اسکی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ سے ملاقات

۱۹۳۵ء کے شریعت بل کا ذکر ہو رہا تھا حضرت مفتی کفایت اللہ کا ذکر بھی ہوا۔ تو احقر نے اسی مجلس میں عرض کر دیا حضرت آپ کی حضرت مفتی کفایت اللہ سے کبھی ملاقات بھی ہوئی ——؟ ارشاد فرمایا: خوب یاد ہے کئی بار ان کی زیارت و ملاقات کے قدرت نے بہترین مواقع مرحمت فرمائے —— مرحوم جمعیۃ علماء ہند کے روح رواں تھے ایک طرف انگریز سے آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے سیاست کے خارزار کے شناور تھے۔ دوسری طرف علوم و معارف کے بہت ماہر عالم تھے، فقہ و قانون ان کا خاص موضوع تھا۔ شیخ العرب والعجم حضرۃ مولانا حسین احمد مدنیؒ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

اعلاء کلمۃ الحق کیلئے علماء دیوبند کے بے نظیر کارنامے

کسی مناسبت سے احقر نے عرض کیا: حضرت! خلفاء راشدین کے نظام خلافت راشدہ کو چھوڑ کر اور دیگر چند مستثنیات کے علاوہ تاریخ میں ہمیں کوئی ایسا خطہ نظر نہیں آتا، جہاں مکمل طور پر نظام اسلام نافذ کر دیا گیا ہو۔؟ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا: جی ہاں! اللہ کا احسان ہے۔ دین زندہ ہے باقی ہے یہ دین اقتدار کا محتاج نہیں حکومت کی سرپرستی کی اسے ضرورت نہیں۔ علماء حق ہر دور میں رہے اور اپنا فریضہ ادا کرتے رہے اہل اسلام اور دین کے بہی خواہ ہر زمانہ میں اہل باطل سے برسرپیکار رہے۔ برصغیر کی تاریخ تمہارے سامنے

ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد یہاں پر جو مظالم کئے گئے، جس قدر ظلم، تشدد اور استبداد کا ریکارڈ قائم کیا گیا، حریت و آزادی کے پروانوں کو تہ تیغ کیا گیا، علماء شہید کر دئے گئے، طلبہ اور علمی حلقے برباد کر دئے گئے دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی اس طرح اس دور میں برصغیر میں اہل اسلام اور علماء حق نے جسطرح اسلام کی بقا و حفاظت، حریت و آزادی، خدمت و اشاعت دین کی جنگ لڑی اور جتنی تصانیف، تعلیمی ادارے، دینی مدارس اور تبلیغی ادارے قائم ہوئے، حریت و جہاد کی جنگ لڑی گئی، دنیا کی تاریخ میں اسکی بھی نظیر موجود نہیں، کوکب الدری - فتح الملہم - اعلاء السنن — لامع الدراری - اوجز المسالک - بذل المجہود - ترجمہ شیخ الہند بیان القرآن۔ یہ سب اسی دور کی یادگار ہیں جس کے اپنے پرائے سب قائل ہیں۔

تبلیغی جماعت ایک عالمگیر اسلامی تحریک ارشاد فرمایا: دور نہ جائیے صرف تبلیغی جماعت کو دیکھ لیجئے اسی دور میں آج سے تقریباً نصف صدی قبل اسکی بنیاد رکھی گئی، کسے کیا خبر تھی کہ یہ ایک روز عالمگیر تحریک بن جائے گی۔ آج نقشہ تمہارے سامنے ہے یہ عظیم اور وسیع ترین جماعت، عالمگیر جماعت بن چکی ہے۔ پہلے گاؤں گاؤں مجالس وعظ منعقد ہوتے تھے سالوں میں کہیں کسی واعظ کی تقریر سنی جاتی تھی مگر تبلیغی جماعت نے ہر شہر ہر گاؤں اور ہر ہر محلہ میں وعظ و تبلیغ کی دعوت و تحریک پھیلائی۔ یہ سب اکابر علماء دیوبند کی برکات و توجہات کا ثمرہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند صرف ایک تعلیم گاہ یا مدرسہ نہیں وہ تو ایک تحریک ہے جسکی مختلف شاخیں ہیں۔ دارالعلوم دیوبند علوم و معارف کا دریا ہے جس سے مختلف نہریں جاری ہیں کبھی تبلیغ کی صورت میں کبھی درس و تدریس اور تعلیم کی صورت میں، کبھی جہاد و اعلاء کلمۃ الحق کی صورت میں، کبھی تصنیف و تحریر اور رد فرق باطلہ کی شکل میں اور کبھی دعوت و ارشاد اور اشاعت و تبلیغ کی شکل میں، غرض دارالعلوم دیوبند امت کیلئے ایک حجت ہے۔ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اللہ خود ہی اس کا حافظ ہے۔ نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

خودغرضی اور انانیت سے انتشار اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھے تو تبلیغی جماعت کی عالمگیر تحریک پر بے حد مسرت ہے، دنیا کی تاریخ میں ایسی جماعت کی مثال ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی یہ سب دارالعلوم دیوبند کی برکات ہیں۔

احقر نے عرض کیا حضرت! ۴۶ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ کہ تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے۔ مگر اس قدر طویل عرصۂ کار میں جماعت کے مؤقف، پالیسی میں کوئی فرق نہیں آیا، کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا کوئی دھڑے بندی قائم نہیں ہوئی۔ کوئی علیحدہ علیحدہ جماعتیں نہیں بنائی گئیں، کسی عہدہ و منصب کا جھگڑا نہیں ہوا، جماعت روز بروز پھیلتی اور بڑھتی جا رہی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! تم نے بڑے پتے کی بات کہہ دی۔ اور اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ جماعت کے افراد میں اپنے اغراض، اپنے مقاصد، عہدہ و منصب اور جاہ و منزلت، انا اور خودغرضی

نہیں ہے اس لئے جھگڑا بھی نہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے افراد میں اپنے حقوق کے مطالبے کا تصور بھی کسے نہیں آتا۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے اکابر میں تقویٰ طہارت پاکیزگی، پرہیزگاری ہے۔ انانیت، خودپرستی اور تکبر سے تو وہ شناسا ہی نہیں، ان میں عہدوں، جاہ و منصب اور لالچ و طمع کا مریض اور دنیا کا حریص کوئی نہیں اس لئے جماعت آئے دن روبہ ترقی ہے خدا تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمادے۔

کتاب الانساب | ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ ماہنامہ الحق میں مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے علماء کے سلسلہ میں حقر کے سلسلۂ مضامین" علامہ سمعانی سے ایک ملاقات" کا کسی نے ذکر چھیڑا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں! علامہ عبدالکریم سمعانی کی" کتاب الانساب" ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور اب یہ اچھا ہوا کہ بیروت والوں نے اسکی فوٹو کاپی لیکر شائع کر دیا ہے۔ کتاب نایاب ہے مگر خدا کا فضل ہے کہ اللہ نے دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ کو فراہم کردی ہے۔ دوسرے روز جب دفترِ اہتمام میں تشریف لائے۔ ناظم کتب خانہ مولانا اعجاز حسین کو بلایا اور کتاب الانساب کے بارے میں دریافت فرمایا، کتاب لائی گئی مگر مہمانوں کے ہجوم کی وجہ سے کتاب نہ دیکھ سکے مجھے تاکید فرمائی کہ جب عصر کو آنا تو علامہ سمعانی کی کتاب الانساب ساتھ لانا۔ احقر نے عصر کی مجلس میں الانساب پیش کردی۔ جگہ جگہ سے دیکھی، اس سلسلہ کے احقر کے شائع شدہ مضامین بھی سنے تھے اور اب اصل کتاب کے بعض مقامات بھی سنے اور بار بار کتاب کو مسرت، وشوق کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور فرمایا۔ ایک وقت تھا کہ پانچ منٹ بغیر کتاب کے گذارنا مشکل تھا، اور اب نظر کی کمزوری کی وجہ سے کتاب کے مطالعہ سے محرومی ہے ـــــ ارشاد فرمایا: بہت اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے الانساب میں صنعت وحرفت سے تعلق رکھنے والے پیشہ ور علماء کے انتخاب اور ان کو متعارف کرانے کا کام لیا اس سے علم اور اہل علم کی عزت بڑھے گی نسلی امتیاز اور قومی عصبیتیں ختم ہوں گی۔ آپ محنت کریں اسماء الرجال کی کتب میں بھی تحقیق کریں خدا تعالیٰ آپ کی مدد فرمادے گا۔ امام غزالیؒ، امام ابوحنیفہؒ یہ سب کاروبار اور پیشے سے وابستہ تھے اور اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کماتے تھے۔ آپکا سلسلۂ مضامین پسندیدہ ہے خدا تعالیٰ مزید ہمت اور برکت دے[1]۔

جہادِ افغانستان | اس مجلس میں محاذِ جنگ سے آئے ہوئے مجاہدین کیطرف متوجہ ہوئے۔ ان کی خیریت، اور حال احوال دریافت فرمایا۔ مختلف محاذوں پر روسی دشمن سے برسرِ پیکار علماء اور حقانی فضلاء مولانا دیندار حقانی، مولانا جلال الدین حقانی وغیرہم کی خیریت وغیرہ دریافت فرمائی۔ ارگون کے محاذِ جنگ کی تفصیلات معلوم کیں جب مولانا عبدالمنان نے بتایا کہ آج کل وہاں سخت سردی پڑ رہی ہے۔ ابھی چند روز قبل آٹھ مجاہدین برف میں دھنس کر شہید ہو گئے۔ بعض کے پاؤں ٹھٹھر کر بے کار ہو گئے۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ بے حد رنجیدہ ہوئے، چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ اور اس

---

[1] مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم وفضل کے تذکروں پر مشتمل احقر کے سلسلۂ مضامین کی آٹھ قسطیں ماہنامہ الحق، ماہنامہ الخیر ملتان، اور ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اور بعض دیگر ملکی جرائد میں شائع ہوچکے ہیں۔ مزید کام بھی جاری ہے۔

کیفیت کافی دیر تک اثر رہا۔ شہداء کیلئے دعائیں فرماتے رہے، حاضرین سے اور طلبۂ دارالعلوم سے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت و رفع درجات کی تاکید فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: کہ تمام اہلِ اسلام کیلئے افغان مجاہدین کی ثابت قدمی، جذبۂ جہاد، شوقِ شہادت بے مثال قربانی، سرمایۂ فخر و سعادت ہے۔ بالخصوص ہمارے لئے اور دارالعلوم حقانیہ کیلئے، آپ حضرات اور دارالعلوم کے جملہ فضلاء اور طلبہ کا میدانِ کارزار میں مجاہدانہ کردار دنیا و آخرت کا بہترین سرمایہ اور ذریعۂ نجات ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مجاہدین کی حد درجہ قدر افزائی کی الحاح و تضرع سے دعائیں کیں اور پھر اپنے دستِ مبارک سے خاصی رقم بھی مجاہدین میں تقسیم فرمائی۔ ارگون کے محاذِ جنگ کے ایک مجاہد عالم مولانا بادشاہ گل جو کئی سال تک دارالعلوم حقانیہ میں تحصیلِ علم کرتے رہے نے عرض کیا: حضرت! میں نے اپنے مجاہد ساتھیوں اور محاذِ جنگ پر برسرِ پیکار رفقاء کی جماعت کا نام "تحریک جنود اللہ" رکھا ہے۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا: ماشاء اللہ خوب ہے۔ نام کا اثر کام میں ہوتا ہے۔ خدا برکت دے اور یہ نیک فال ہے۔ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ اور بیشک ہماری ہی فوجیں غالب آئیں گی۔

سرکاری طلاق کی شرعی حیثیت | ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی نے سرکاری طلاق کی شرعی حیثیت پر ایک فتویٰ تحریر فرمایا تھا، جسے دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء سے تصویب و تصدیق حاصل ہوئی اور مفتی حضرات نے اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ بعد میں جب وہ فتویٰ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں دستخط کیلئے پیش کیا گیا۔ تو اولاً آپ نے معذرت فرمائی کہ جب دارالافتاء سے تصویب ہوگئی ہے تو پھر میرے دستخط کی ضرورت باقی نہیں رہی، مگر جب حضرت کو بتایا گیا کہ یہ ایک تحریک ہے۔ جسے ملک کے تمام جامعات اور اکابر علماء و مشائخ کے دستخطوں سے شائع کیا جائے گا تاکہ اجماعی طور پر متفقہ اور مؤثر رہے۔ تب آپ نے فتویٰ کی مفصل تحریر سنی اور درج ذیل عبارت تحریر فرماکر دستخط ثبت فرمائے:

"الجواب صحیح، جب حاکم شرعی قواعد و شرائط کو ملحوظ نہ رکھے تو شرعاً اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اور ایسے فیصلوں سے تمام مسلمانوں کو عملاً احتراز لازمی ہے۔" [1]

دارالعلوم کی مُہر | اسی مجلس میں ارشاد فرمایا: فتویٰ پر مہر بھی ثبت کر دیں۔ احقر نے عرض کیا دارالافتاء سے دارالعلوم کی مُہر لگا دی گئی ہے۔ فرمایا: بہت اچھا ہوا احقر نے عرض کیا اور اگر آپ اجازت دیں تو آپکی تحریر کے نیچے آپکی ذاتی مُہر بھی ثبت کر دی جائے ارشاد فرمایا میری ذاتی مہر کی کوئی حیثیت نہیں، جب دارالعلوم کی مہر آجائے تو مہتمم کی مُہر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مولانا عبدالحلیم دیروی نے عرض کیا حضرت! آپکی مہر سب سے اہم ہے ارشاد فرمایا: نہیں ایسا نہیں دارالعلوم کی مہر اصل ہے۔ اور ہم سب اس کے تابع ہیں جب اصل آجائے تو توابع کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

---

[1] اور اب وہ فتویٰ ملک بھر سے پانچ سو مفتیان کرام کے تائیدی دستخطوں کے ساتھ تحریک نفاذ شریعت کلاچی سے شائع ہو کر ملک بھر میں تقسیم کیا جا چکا ہے اور الحمدللہ اس کے مثبت اور مؤثر نتائج بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد مصطفےٰ الاعظمی استاد حدیث ملک سعود یونیورسٹی، ریاض
ترجمہ۔ حافظ محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی

۲

پروفیسر شاخت

اور

حدیثِ نبویؐ

اس طرح بحث و تحقیق کے نام پر یہ سبق دیا گیا کہ مغرب کے بنائے ہوئے قوانین سے مسلمان استفادہ کرسکتے ہیں
و اس سلسلہ میں ان کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس سے ان کے دین کی کسی بھی درجہ میں مخالفت ہوتی ہے بلکہ وہ
ایں تو ان قوانین کو فقہ اسلامی سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں کہ ان کے سلف کا عمل بھی ایسا ہی تھا۔

ایسے خیالات کی تہوں میں جو بنیادی اور کھلی غلطیاں ہوتی ہیں۔ وہ کسی بھی صاحبِ نظر سے مخفی نہیں، ایسے
رات سے محض غیر دانشمندانہ اور غیر منصفانہ نتائج کی ہی امید کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر شاخت کی علمی بلند
ری کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کا نام "شریعت محمدی کے اصول" رکھا ہے حالانکہ
سلمان شریعت کو اسلامی شریعت سمجھتا ہے۔ شریعت محمدی کہہ کر وہ خدا کے دین کو دنیا کے اور دوسرے شخصی
ہبوں کی طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اسلامیات کا کوئی بھی حقیقت پسند طالب علم یہ کہہ سکتا ہے کہ ان
نیں حقائق کو گمراہ اور مسخ کرنے کی کوششیں ہیں۔

شاخت کے نظریات کی اصلی غلطی

شاخت کے مذکورہ بالا دعووں کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ ان کے اس تجزیہ میں دو جگہ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

اول تو یہ کہ انہوں نے اپنے مطالعہ میں عقلی اور منطقی طرزِ فکر کو راہ نہیں دی۔ ورنہ ان کا نتیجۂ فکر یقیناً
ل ہوتا۔

دوسرے یہ کہ اپنے نظریہ کو ثابت کرنے میں انہوں نے اسلام کے مصدرِ اول قرآن مجید سے اعتنا نہیں کیا
ہوا کہ وہ قرآن مجید کی پیش کردہ حقیقتوں سے لاعلم رہے۔

عقلی پیمانہ سے اگر شاخت نے حقیقتوں پر نظر کی ہوتی یہ مسلمہ صداقت صاف عیاں تھی کہ جب معاشرہ میں

اعلیٰ اخلاقی و انسانی قدریں بدلتی ہیں اور لوگوں کے نظریہ اجتماع میں تبدیلی آتی ہے تو زندگی کے تمام قوانین، رسو
اور لوازم میں بھی انقلاب آجاتا ہے۔ تو پھر اس میں کیا تعجب ہے۔ کہ اسلام نے جب دورِ جاہلیت کے تمام نـ
نقوش کو مٹا دیا اور انسانوں کو ایسے آداب و رسوم سے روشناس کرایا جو ماضی کی بہ نسبت زیادہ مہذب
زیادہ معقول اور زیادہ مفید تھے۔ تو پھر اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے پیروکاروں کو ایک نیا تشریعی
نظام دے۔ یہ تو واضح اور منطقی بات ہے کہ ایک نئے اور اسلامی معاشرہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ
وسلم نے تشریع کی ضرورت محسوس کی۔ لیکن شاخت نے اس سادہ عقلی اور منطقی حقیقت سے قطعی اعر
کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے علمی مفروضوں کی ساری عمارت ہی کج بنیاد ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے
دوسری بنیادی غلطی یہ کی کہ قرآن مجید سے انہوں نے تجاہل اور صرف نظر کا معاملہ کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان
اس غلطی کا ارتکاب عمداً ہوا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی امت کو ایسی کتاب دی جس کے لفظی اور معنوی مشتملات میں کوئی شبہ نہیں اور جس کے مضامین میں
سے آج کے دور تک نہ کوئی تبدیلی ہوئی اور نہ تحریف ہوئی۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مـ
کا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید خدا کی نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک مستشرق یا دوسرے لفظ
میں ایک غیر مسلم، قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کرے۔ تاہم وہ جب بھی اسلام، پیغمبر اسلام اور مـ
کے بارہ میں بحث کرے گا تو وہ قرآن مجید کے مطالعہ سے بھی بے نیاز نہ ہو سکے گا۔

انصاف کہتا ہے کہ اسلامی علوم کے ہر غیر مسلم طالب علم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس نکتہ کو ہمہ وقت
نظر رکھے کہ اس کے مذہبی خیالات اور مسلمانوں کے معتقدات میں بہرحال فرق ہے اگر اس کا موضوع تحقیق
ہے تو یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے اعتقادات کی روشنی میں اپنی راہ تحقیق طے کرے۔

عام طور سے مستشرقین کی تحریروں میں اس غلط روش اور غلط مبحث کا احساس ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسـ
منظر میں علمی بحث نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ذاتی نقطۂ نظر کے متعلق یہ باور کرائیں
مسلمانوں کا بھی زاویہ نظر ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی بحث و تحقیق میں عجیب و غریب اور ناقص و متضاد
سامنے آتے ہیں۔

کیا شریعت کا تعلق قرآن مجید سے نہیں ہے

شاخت نے اسلامی شریعت میں حدیث کے مرتبہ و مقام کو جس طرح مجروح کیا
اس کی تفصیل تو آئندہ آئے گی۔ ہم یہاں ذرا اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا واقعی قـ
شریعت، قرآن کی روشنی میں، دائرہ دین سے خارج ہیں اس سلسلہ میں نے چند آیتیں اوپر ذکر کی ہیں۔ مناسب مـ
ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی چند آیات یہاں درج کر دی جائیں۔ مثلاً:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(انعام ۱۵۵)

اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی بڑی برکت والی۔ سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ

(نساء ۱۰۵)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق۔ تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۔

(یونس ۱۰۹)

اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیئے۔ جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیں گے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (نور)

مسلمانوں کا قول تو جب کہ ان کو اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۔

(نساء ۶۰)

بھی رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ حالاں کہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔

(آل عمران ۲۳)

کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے پھر ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی سے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی

الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۔ (نساء ۶۱)	طرف ، تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ ۔ (یونس ۱۵)	یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کردوں بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا۔
وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ (مائدہ ۴۴)	اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔
وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (مائدہ ۴۵)	اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں۔
وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ (مائدہ ۴۷)	اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔

ان تمام آیتوں کی روشنی میں مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱- ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تشریع کا حق اپنے لئے خاص کر لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تشریع کے نفاذ کا حق و اختیار دیا۔

۲- دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر معاملہ میں اپنے احکام کی بجا آوری کو لازم قرار دیا ہے اور اس کے لئے مسلمانوں سے مکمل سپردگی کا مطالبہ کیا ہے۔

۳- تیسرے یہ کہ اسلامی شریعت زندگی کے ہر پہلو کو شامل ہے۔

۴- اور آخری بات یہ کہ خدا کے نازل کئے ہوئے احکام میں کسی کو تغیر و تبدل کا حق نہیں۔ خواہ وہ پیغمبر ہو، فرشتہ ہو یا کوئی اور ہو۔

ہم نے جب قرآن مجید کا اس حیثیت سے مطالعہ کیا۔ کہ اس کے احکام، زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتے ہیں تو ہم نے یہ احکام چھ طرح کے پائے جو حسبِ ذیل ہیں :۔

۱۔ عبادات، جس میں ایک رکن زکوٰۃ ہے۔ اور جس کا تعلق مالیات سے ہے۔

۲۔ دین کی اشاعت کی غرض سے جہاد جس میں ضمناً حکومت کے قوانین اور ضابطے شامل ہو جاتے ہیں۔

۳۔ معاشرتی نظام، اس میں فرد اور خاندان شریک ہیں۔

۴۔ کھانے پینے کے آداب و احکام۔

۵۔ معاملات و حقوق سے متعلق احکام۔

۶۔ جرائم اور ان کی سزائیں۔

یہاں ہم قرآن کے احکام اور آیات سے متعلق ایک مفصل جدول پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات زیادہ آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ قرآن کی تعلیمات کس طرح زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کرتی ہیں۔ بعض انصاف پسند مستشرقین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ تورات میں جو تشریعی احکام ہیں وہ عالمی ادب میں قانون کے نام سے معروف ہیں لیکن قرآن مجید کے تشریعی احکام تورات کے احکام سے کم نہیں ہیں[۵]

مندرجہ ذیل جدول اس حقیقت کی غماز ہے کہ اصلاً دعوت الی اللہ اور غیر مسلمین سے مجادلہ اور انبیاء کے واقعات اور سیرت رسولؐ کے مضامین پر مشتمل ہونے کے باوجود قرآن نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو کس درجہ اہمیت دی ہے۔

---

[۵] اسٹڈیز ان اسلامک ہسٹری ڈی ایس گوائٹے ٹائن صد ۱۲۸

احکام والی سورتیں	عبادات	جہاد ملکی قانون	معاشرتی نظام	آداب طعام	بیوع	جنایات	قضا	شہادات	عقوبات مالی اور بدنی
۱۔ بقرہ	۲۹	۱۰	۲۳	۴	۹	-	-	۳	۵
۲۔ آل عمران	۱	۰	۰	۰	۱	۰	۱	۰	۰
۳۔ نساء	۸	۷	۵۰	۰	۰	۲	۵	۳	۷
۴۔ مائدہ	۹	۰	۵	۲۰	۰	۶	۵	۰	۶
۵۔ انعام	۱	۰	۰	۹	۰	۰	۰	۰	۰
۶۔ اعراف	۴	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰

۷۔ انفال	۱	۱۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸۔ توبہ	۹	۲۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۹۔ ہود	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۰۔ ابراہیم	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۱۔ نحل	۰	۱	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰
۱۲۔ اسراء	۱	۱	۳	۰	۱	۰	۰	۰	۱
۱۳۔ طٰہٰ	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۴۔ حج	۰	۳	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰
۱۵۔ مومنون	۵	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۶۔ نور	۰	۰	۱۴	۰	۰	۰	۴	۱	۵
۱۷۔ فرقان	۰	۰	۱	۰	۰	۱	۰	۰	۰
۱۸۔ نمل	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۹۔ عنکبوت	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۰۔ روم	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۱۔ لقمان	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۲۔ احزاب	۲	۰	۸	۰	۰	۰	۱	۰	۰
۲۳۔ فاطر	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۴۔ فصلت	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۵۔ شوریٰ	۱	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۶۔ محمد	۰	۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۷۔ فتح	۰	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۸۔ حجرات	۰	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۹۔ مجادلہ	۲	۰	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۰۔ حشر	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۱۔ ممتحنہ	۰	۵	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰

۳۲۔ صف	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۳۔ جمعہ	۱	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰
۳۴۔ طلاق	۰	۰	۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۵۔ مزّمل	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۶۔ مطففین	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰
۳۷۔ بیّنہ	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
مجموعۂ احکام	۸۹	۷۴	۱۳۱	۴۰	۱۳	۹	۱۶	۷	۲۴

اس ساری تفصیل کا مدعا یہ ہے کہ جس شریعت کو قرآن مجید نے پیش کیا ہے اس میں یا تو نئے قوانین وضوابط ہیں یا پھر اس میں زمانۂ جاہلیت کے رسم ورواج اور اس دور کے مروّجہ قوانین کے بالکل برخلاف ایسے آداب و رسوم کی تعلیم ہے۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین و کامل ترین شکل میں لوگوں تک پہنچایا اور اسلامی معاشرہ میں ان کو جاری وساری کیا۔

تشریع کی اہمیت میں بعض مستشرقین کی رائے

تشریع اور اسلام کے نظام قانون کی اس اہمیت کا بعض مستشرقوں نے بھی کیا ہے۔ مثلاً کولسن کا قول ہے کہ ”اسلام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد قانون ساز ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسی کے احکام کا غلبہ ہے“[1]

فیزجیرالڈ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

”اسلام، اللہ تعالیٰ کو واحد قانون ساز و صاحب تشریع قرار دیتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں کسی کو بھی اس کا شریک نہیں گردانتا“[2]

گوائے ٹائن نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:۔

”دقیق قانونی معاملات بھی دین سے مربوط ہیں بلکہ وہ وحی الٰہی کا ناقابل تقسیم حصہ ہیں۔ شریعت، ایسے عصری تقاضوں کا مجموعہ نہیں ہے جو قرآن اور نبی کریم ؐ کے بعد مرتب ہوں۔ بلکہ اسلامی معاشرہ میں ان کا باضابطہ نفاذ خود رسول اللہ ؐ نے اپنی زندگی میں کیا“[3]

---

[1] اے ہسٹری آف اسلامک لا کولسن ص ۲۰ [2] دی البجڈ ڈٹ آف اسلامک ٹو رومن لا۔ فیز جیرالڈ ج ۶۷ ص ۸۲

[3] اسٹڈیز ان اسلامک ہسٹری۔ گوائے ٹائن ص ۱۳۰ - ۱۲۹۔

ان قرآنی آیات اور مستشرقین کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاخت کا یہ بنیادی نظریہ کہ شریعت دین کے دائرہ اثر سے خارج ہے۔ یہ محض ان کا خیال خام ہے۔ اور قرآن مجید سے ان کی لاعلمی اور تجاہل کا غماز بھی ہے۔

ایک اہم نکتہ: یہاں یہ بات بھی محل غور ہے کہ شاخت کے اس نقطۂ نظر سے دوسرے مستشرقین مثلاً فیزجیرالڈ کولسن اور گوائے ٹان متفق نہیں ہیں۔ تاہم یہ عجیب معاملہ ہے کہ یہ مستشرقین جزئیات میں اور بعض بنیادی مسائل میں باہم اختلاف رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے پر تنقید بھی کرتے ہیں لیکن ان اختلافات اور اعتراضات کی صدائے بازگشت صرف اسی حد تک سنی جاتی ہے۔ ناقص اصولوں سے مستنبط کی ہوئی غلط رایوں اور باطل نتائج پر یہ لوگ معترض نہیں ہوتے۔ مثلاً کچھ مستشرق یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ شاخت نے اپنے اس بنیادی نقطہ نظر میں غلطی کی ہے مگر شاخت جب اسی غلط بنیاد پر تفصیل سے اپنے نتائج فکر کو پیش کرتے ہیں تو یہ مستشرق اس کو رد نہیں کرتے حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ جب وہ شاخت کے بنیادی مفروضہ کو غلط سمجھتے ہیں تو پھر اس مفروضہ کی بنیاد پر ان کے استنباطات اور ان سے مرتب کئے ہوئے نتائج کو بھی رد کر دیتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ کولسن نے تو نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ شاخت کا نظریہ اپنے وسیع تر پس منظر میں کسی بھی رد و اعتراض کو قبول نہیں کرتا۔ اور ہر مستشرق کے لئے یہ ضروری ہے کہ شریعت کو مہمل ثابت کرنے کے لئے شاخت کے نظریہ سے استفادہ کرے۔[1]

شاخت کے دعویٰ کی تاریخ اسلام سے تردید: شاخت اور ان کے ہمنواؤں کے مذکورہ بلند آہنگ دعویٰ کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے ہم قدرے تفصیل کے ساتھ یہ دیکھیں گے کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے ایک نیا ضابطہ و قانون پیش کیا۔ اور خدا کے امر و نواہی اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور ایسے قانونی ضابطوں اور اخلاقی اصولوں کو پیش کیا جن کے دائرہ کار و اثر میں زندگی کے سارے گوشے شامل ہیں تو کیا یہ دعوے محض نظری اور قولی ہیں یا واقعتہً زندگی کی حقیقتوں سے منطبق ہوتے ہیں؟

اسلامی تاریخ کی روشنی میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ روز اول سے اپنے صفحات میں ایسے واقعات کو سموئے ہوئے ہے جو قرآن کریم کے احکام و مطالبات کے عین مطابق ہیں۔ اور نظری لحاظ سے بھی اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امراء و عمال کو ہمیشہ یہ ہدایت دی کہ وہ لوگ جب معاملات کا فیصلہ کریں تو ان کا ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کے مطابق ہو۔

ایک خط میں آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزمؓ کو تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ اللہ کے حکم کے مطابق حق بات کا فیصلہ کریں[2] آپ ﷺ کے جانشین صحابہؓ و خلفاء کرام کا بھی یہی عمل رہا۔ چنانچہ ایک موقع

---

[1] الوثائق السیاسیۃ حمید اللہ وثیقہ ۱۰۵

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذؓ کو لکھا کہ آپ حضرات، صالح لوگوں کو نظر میں رکھیں اور ان کو عہدہ قضا پر مامور کریں اور باضابطہ ان کو تنخواہیں دیں[1]

عملی لحاظ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاضی اور حکم کی حیثیت سے نظر آتے ہیں آپ ﷺ کی اس حیثیت کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ:-

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (احزاب ۳۶)	اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار ہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا صریح گمراہی میں پڑا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں آپ ﷺ کے حکم سے بعض صحابہ کرامؓ نے قضا کی ذمہ داریاں سنبھالیں جن میں چند نمایاں ہستیاں یہ ہیں:-

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔ ۲۔ ابی بن کعبؓ۔ ۳۔ حذیفہ بن الیمانؓ۔ ۴۔ دحیۃ الکلبیؓ۔ ۵۔ زید بن ثابتؓ ۶۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ ۷۔ غیاث بن اسیدؓ۔ ۸۔ علی بن ابی طالبؓ۔ ۹۔ عقبہ بن عامرؓ۔ ۱۰۔ عمر بن الخطابؓ۔ ۱۱۔ عمرو ابن حزمؓ۔ ۱۲۔ عمرو بن العاصؓ۔ ۱۳۔ معاذ بن جبلؓ۔ ۱۴۔ معقل بن یسارؓ۔

اس ابتدائی دور میں ہی تشریع وقضا اور فقہ کا کام اس قدر وسیع ہوگیا کہ باقاعدہ قضا یا ترتیب وتالیف کا عمل بھی شروع ہوگیا۔ چنانچہ امام طاؤس (۳۳ھ ۔ ۱۰۰ھ) نے حضرت معاذ بن جبل کے فتاویٰ کی ایک کتاب نقل کی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کے یمن کے فتووں کی طرح ان کے شام کے فتاویٰ کی بھی تدوین ہوئی[2] اسی طرح حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت علیؓ کی فقہی رایوں کو مدوّن کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی فقہ کو باقاعدہ مرتب کیا گیا[3] پھر تابعین میں ابراہیم نخعیؒ۔ ابوقلابہؒ شعبیؒ۔ ضحاک بن مزاحمؒ اور سلیمان بن یسارؒ کی کتابیں مرتب کی گئیں۔[4] ان ساری تاریخی نظری اور عملی شہادتوں کی موجودگی میں شاخت کے اس نظریہ کی کیا وقعت رہ جاتی ہے کہ تشریع اور قانون اور فقہ، دین کے دائرہ سے خارج ہیں۔ اگر شاخت کا دعویٰ محض یہ ہوتا کہ اسلام نے شریعت کو اور نظام قانون وفقہ کو نظری اعتبار سے تو پیش کیا لیکن عملی زندگی کے تقاضوں سے وہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۲۶ [2] محدث فاضل رامہرمزی [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۳ [4] دیکھئے مضمون نشاۃ الکتابۃ الفقہیۃ فی الاسلام مصطفیٰ الاعظمی فی مجلۃ دراسات کلیۃ التربیۃ جامعۃ الریاض ۱۳۹۸ھ

مکمل طور پہ آہنگ نہ ہو سکا۔ تو بھی ہم تاریخی شواہد کی بنا پر اس کی تردید کرتے۔ لیکن ستم یہ ہے کہ انہوں نے تشریع یا قانون و فقہ اسلامی کی تردید میں بالکلیہ یہ فیصلہ کر دیا کہ ایک بھی حدیث ایسی نہیں ہے جس کی نسبت صحیح طور پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جا سکے۔ اس طرح انہوں نے ہزارہا متصل السند احادیث کا انکار کر دیا۔ اگر شاخت کا یہ دعوی تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس سارے مجموعہ احادیث اور اسانید و اصحاب اسانید کے بارہ میں کیا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اس سارے ذخیرۂ کتب کا کیا حشر ہو گا جو فقہ و احادیث کی ہزا کتابوں پر مشتمل ہے[1]

چونکہ شاخت، فقہ کی نشو و نما اور احادیث نبویہ کی اہمیت کے منکر ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے فقہ اسلامی کے ذخیرہ کے متعلق اپنے کچھ جدید نظریات پیش کئے ہیں۔ اس لئے آئندہ سطور میں ہم ان نظریات کا ایک جائزہ لیں گے۔ (بہ شکریہ معارف انڈیا)

---

[1] بقول حضرت مولانا سید سلیمان ندوی یہ بجا طور پر مغرب کے تبحر علمی کی شرمناک مثال ہے

خلیل الرحمن سجاد ندوی

یہودیت اور ایرانی انقلاب

ٹھیک سات سال پہلے ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کو ایران میں ایران اور عالم اسلام ہی کا نہیں انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم الشان واقعہ برپا ہوا جس نے پوری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا، ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت جو ایشیا میں سب سے بڑی قوت ہونے کا دعویٰ رکھتی تھی، جدید ترین ہتھیاروں، لاتعداد تنظیموں ظلم و ستم کے خوفناک ہتھکنڈوں اور بڑی طاقتوں کی خصوصی سرپرستی کے باوجود نہتے عوام کے آہنی عزم سے ٹکرا کر پاش پاش اور زمین بوس ہوئی۔ شاہ کو چوروں کی طرح ملک سے فرار ہونا پڑا اور جس دن تحریک انقلاب کے قائد آیت اللہ خمینی اپنی جلاوطنی کے آخری مقام پیرس سے ہوا کے دوش پر اڑ کر پوری فاتحانہ شان کیساتھ تہران میں اترے، اور بیس لاکھ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس بوریا نشین کے استقبال کے لئے امڈ آیا، اور بالآخر پوری قوم نے اسی خرقہ پوش کو اپنا محبوب رہنما و امام تسلیم کر لیا۔

سات سال کی مدت اس واقعہ پر گذر چکی ہے۔ اس دوران ہر روز نت نئے اور چونکا دینے والے واقعات بھی ہوتے رہے ہیں۔ اور اس عظیم الشان واقعہ کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار بھی کیا جاتا رہا ہے۔ ان خیالات کے مابین اگر اتفاق ہے تو صرف اس ابتدائی نقطہ پر کہ واقعہ بہت عظیم ہے۔ لیکن اس نکتہ آغاز سے بات آگے چلتی ہے۔ تو سب فلسفی کیطرح ڈور کو سلجھاتے ہیں اور سرا ملتا نہیں۔ اس کیفیت کا اصل سبب یہ ہے۔ کہ اپنی جزئیات، وسعت اور شدت کے لحاظ سے اتنا بڑا واقعہ صدیوں سے ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں آیا، ان کے دائرہ شعور اور گرفت ادراک میں جو واقعات بالعموم آتے رہتے ہیں وہ ان کے تجزیہ کا تجربہ رکھتے ہیں لیکن انقلاب ایران جیسے ہمہ گیر واقعہ کا تجربہ ان کیلئے بالکل نیا ہے۔ وہ اسے تجزیہ کی سان پر چڑھاتے ہیں، بار بار گھستے اور رگڑتے ہیں، لیکن اس کا چہرہ چمکنے اور دمکنے کا نام نہیں لیتا۔ اسرار اور استعجاب کی موٹی تہیں ابھی تک اس پر سختی سے جمی ہوئی ہیں"۔ [۱]

دعوتی و تحریکی ماحول میں پلنے والے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے جسکی خاص دلچسپی اپنے اندر بلند حوصلگی، بلند نظری اور اسلامی حمیت و شجاعت کے اوصاف پیدا کرنے سے رہی ہے۔ ایران میں ہونے والا یہ واقعہ میری توجہ کا بھی مرکز رہا۔ اس طویل مدت میں شاید ہی کوئی دن ایسا رہا ہو جس میں کہ یہ واقعہ کسی نہ کسی پہلو سے غور و فکر کا موضوع نہ رہا ہو۔ اب جبکہ میں اپنے غور و فکر کا حاصل تمام دنیا کے مسلمانوں اور انصاف پسند انسانوں کے سامنے رکھنے جا رہا ہوں، میں نے ممکن حد تک صبر و انتظار سے کام لے کر ٹھوس دلائل اور ناقابل انکار شہادتوں کی بنیاد پر جو موقف قائم کیا ہے۔ الحمدللہ کہ میرا ضمیر اس بارے

۱۔ دو قوسین کے درمیان کی عبارت "انقلاب ایران کیا کھویا؟ کیا پایا؟" از جناب محمد صلاح الدین صاحب ص۹۴ سے ماخوذ ہے۔

ہیں پوری طرح مطمئن ہے کہ نہ اس میں کسی جانبداری کو دخل ہے اور نہ کسی ذاتی غرض یا جماعتی عصبیت کو، بلکہ صرف اور صرف اللہ رسول اور امت مسلمہ کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کا وہ جذبہ اس کے پیچھے کار فرما ہے جو لازمۂ ایمان ہے۔ اور جس کے دوام اور رسوخ کیلئے میں سب کی دعاؤں کا محتاج اور طالب ہوں۔

یہودیت اور اسلام | ایران اور یہودیت کے درمیان تعلق کی تاریخ بہت قدیم ہے اور جب تک اس قدیم تعلق کی تصویر واضح نہیں ہوگی حالیہ واقعات کی صحیح نوعیت کو سمجھنا مشکل رہے گا، اس لئے پہلے ہم کوشش کریں گے کہ ایران اور یہودیت کے مابین اس قدیم تعلق پر مختصراً روشنی ڈالیں، اور اس کے لئے ہمیں اسلام کے ساتھ ان دونوں کے سلوک کی تاریخ بھی بیان کرنی پڑے گی اور ان کی مزاجی خصوصیات کی طرف بھی اشارہ کرنا ہوگا۔ آئیے پہلے یہودیت اور اسلام کے درمیان تعلقات کی صحیح نوعیت اور اسکی تاریخ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے اسحاق (علیہ السلام) تھے اور دوسرے اسماعیل (علیہ السلام) اسحاق علیہ السلام کی جو نسل ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام سے چلی اسے بنو اسرائیل کہا گیا، اس کا مستقر فلسطین تھا، اور حضرت اسماعیلؑ کی نسل بنو اسماعیل کہلائی، اس کا مستقر مکہ مکرمہ تھا۔

حضرت یعقوب سے لے کر حضرت عیسیٰ تک ہزارہا ہزار سال کی مدت میں ہزاروں انبیاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے اس اسرائیلی نسل کی رہنمائی اور تربیت کے لئے بھیجے جاتے رہے، لیکن ہر نبی کو قوم کی اکثریت کی طرف سے تکذیب اور سازشوں کا ہی سامنا کرنا پڑتا۔ اور ایک محدود تعدادی ہوتی جو روایت پرستی اور گروہی عصبیت کی پست سطح سے بلند ہوکر خدا کے پیغمبروں کی تصدیق کرتی۔

اس طویل مدت میں اسرائیلی قوم پر عروج و زوال اور مدوجزر کے کئی دور آئے۔ قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۴ تا ۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر یہ فیصلہ فرمایا تھا اور بنی اسرائیل کو اپنے اس فیصلہ سے آگاہ بھی کر دیا تھا کہ وہ اپنی تاریخ میں دو دفعہ زمین فساد مچائیں گے اور بہت سر اٹھائیں گے۔ اور دونوں مرتبہ انہیں اس فساد اور سرکشی کی سخت سزا اس طور پر دی جائے گی کہ ان پر بے رحم اور ظالم طاقتوں کو مسلط کر دیا جائے گا جو ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑیں گے۔ اور انہیں ارض مقدس سے نکال باہر کریں گے۔ اور ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو دو مرتبہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سخت شکست کھا کر ارض مقدس سے نکلنا پڑا، اور شدید ذلتوں اور ہزیمتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ پہلی بار تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ۵۰۰ سال پہلے جب بابل (عراق کے بادشاہ بخت نصر (نبوخذ نذر) نے ارض مقدس پر حملہ کیا، اور اسرائیلیوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا، یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور تورات کے پرزے پرزے اڑا دیئے۔

اس غلامی اور بدحالی میں ۴۰۰، ۵۰۰ سال گذر گئے۔ اس عرصہ میں نبیوں نے قوم کے اندر دین اور سلامت روی

کی طرف واپسی کی محنت کی، لوگوں کو اپنی غلطیوں کا عام احساس ہوا، اور دین کی طرف، عام رجوع ہوا تب، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی کا فیصلہ ہوا۔ اور ارادۂ الٰہی یہ ہوا کہ اب اسرائیلیوں کو ارضِ مقدس کی تولیت دوبارہ سونپی جائے (یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مخفی ہی رہتا ہے۔ اور پوری کائنات اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے لیے اسباب اور شکلیں بھی خود ہی بناتا ہے اور اپنی کسی مخلوق کو آلات وجوارح کے طور پر استعمال کر لیتا ہے۔ انسانی ہاتھوں اور اسباب کی حیثیت خدا کی اس کائنات میں کاریگر کے اوزاروں سے زیادہ نہیں ہوتی۔) چنانچہ اللہ نے ایران کے اس وقت کے بادشاہ سائرس سے یہ کام لیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ۵۳۹ ق م میں شاہ سائرس نے بابل (عراق) کے حکمران کلدانیوں پر حملہ کر کے شکست دی اور وہاں قید اسرائیلیوں کو ارضِ مقدس میں واپسی کی اجازت دے دی جس کے بعد وہ دوبارہ ارضِ مقدس میں آباد ہوئے۔ بنو اسرائیل کے حالات میں اسی تبدیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے :

ثم رددنا لکم الکرة علیهم وامددناکم باموال وبنین وجعلناکم اکثر نفیرا۔	پھر ہم نے تمہارے دن پھیر دیئے اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کی اور تمہیں ایک کثیر التعداد جماعت بنا دیا۔
...	

بنو اسرائیل کو دوسری مرتبہ ذلت و بربادی اور ارضِ مقدس سے جلاوطنی کے حالات سے اس وقت دوچار ہونا پڑا جب ان کی اکثریت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ان پر طرح طرح کی تہمتیں لگا کر ان کو قتل کر دینے کی سازش کی۔ یہی موڑ ہے جہاں سے بنو اسرائیل کی خاصی بڑی تعداد نے یہود کے نام سے ایک الگ تشخص اختیار کر لیا۔ اور یہیں سے "یہودیت" کا آغاز ہوا۔ اور یہودیوں کے دلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف سخت، غیظ و غضب کی آگ بھڑکنے لگی پھر جب ان کا بگاڑ اور سرکشی نقطۂ عروج پر پہنچ گئی تب رومی شہنشاہ طیطاؤس کو ان پر مسلط کر دیا گیا جس نے بیت المقدس کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ یہودیوں کا قتل عام کیا۔ اور قرآن کے الفاظ میں "یہود کے چہرے بگاڑ دیئے، اور مسجد اقصیٰ میں اسی طرح گھس گئے جس طرح پہلی مرتبہ دشمن گھسے تھے۔ اور جس چیز پر قابو چل گیا اسے توڑ پھوڑ ڈالا" اور یہودیوں کو ایک بار پھر بیت المقدس سے نکل کر اطراف عالم میں پناہ لینی پڑی۔ یہ واقعہ یہودیوں کی تاریخ کے اہم ترین واقعات میں سے ہے اسے EXODUS (خروج) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عہد نزول قرآن کے یہود کو ان کی تاریخ کے یہ عبرت انگیز واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مدنی دور کے آغاز سے کچھ ہی عرصہ پہلے یاد دلائے تھے جب کہ ہجرت نبوی کے بعد وہ پہلی مرتبہ دعوت محمدی کے مخاطب بننے والے تھے۔ اور گویا اپنی شرمساری کے اظہار اور غلطی کے اعتراف کا انہیں ایک آخری موقع ملنے والا تھا

اور ان پر خدا کی رحمت کا دروازہ آخری بار کھلنے والا تھا چنانچہ ان واقعات کو یاد دلانے کے بعد انہیں براہ راست مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے ارشاد بھی فرمایا تھا:

عسیٰ ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا۔	ممکن ہے تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم نے پھر ویسا ہی رویہ اختیار کیا تو ہم بھی وہی معاملہ دہرائیں گے اور حق کے منکروں کیلئے ہم نے جہنم کا احاطہ بنا رکھا ہے۔

علماء قرآن کے نزدیک اس اعلان کا مطلب یہی تھا کہ "بنو اسرائیل کو توبہ و انابت کا آخری موقعہ دیا جاتا ہے۔ اگر انہوں نے حق پسندی کی راہ دی تو خدا ان پر رحم فرمائے گا۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے وہ اس سب سے محروم کر دئے جائیں گے"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے وہاں آباد یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیام رحمت اپنے معروف ناصحانہ انداز میں پہنچانا شروع کیا۔ آپ نے ہر ممکن کوشش اس کی کی کہ یہ لوگ آپ کی داعیانہ وناصحانہ شخصیت قریب سے دیکھ کر صحیح طور پر سمجھ لیں اور انہیں تورات و انجیل اور دیگر اسفار یہود میں موجود علامتوں اور پیشین گوئیوں کی روشنی میں آپ کو پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ اس مقصد کے لئے آپ نے جو عظیم اور انتھک جدوجہد کی، اور جس صبر و ضبط کے ساتھ آپ نے یہود کو ابراہیمی رشتے سے مخاطب کر کے اور ملت ابراہیمی کا حوالہ دیکر اللہ کی کتاب، قرآن مجید اور اپنی نبوت و رسالت پر ایمان کی دعوت دی وہ بلاشبہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کی سیرت کے اس حصہ کی تفصیلات ضخیم کتاب چاہتی ہیں۔ اس مضمون میں ہم صرف قارئین کی توجہ قرآن مجید کی ان آیات کی طرف مبذول کرا سکتے ہیں، جن میں ابتدائی مدنی عہد میں بنو اسرائیل کو مخاطب کر کے صاف صاف پیغام رحمت سنایا گیا ہے۔ خاص طور پر ہمارا اشارہ سورۂ بقرہ کی آیت ۴۰ تا ۴۴ اور آیت ۴۰ تا ۱۰۱ کے قرآنی قطعوں کیطرف ہے۔ ان آیات پر تھوڑا سا غور کرنے سے وہ مثبت اور ناصحانہ انداز پوری طرح سامنے آتا ہے جس کا التزام ان بنی اسرائیل تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں پوری احتیاط کیساتھ کیا جا رہا تھا۔

اس سلسلہ میں ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے اس خط کا مضمون بھی نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آپ نے خیبر کے یہودیوں کو بھیجا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یہ خط اللہ کے رسول محمد کیطرف سے ہے جو حضرت موسیٰ کے دوست اور بھائی ہیں، اور شریعت موسوی کی تصدیق کرتے ہیں۔

اے اہل کتاب! اللہ کا ارشاد ہے اور اسے تم اپنی کتاب میں پڑھ سکتے ہو کہ "محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں مضبوط ہیں، اور آپس میں مہربان ہیں تم انہیں

---

[1] علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ج ۲ ص ۴۵۷

دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں اور کبھی سجدہ میں، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے رہتے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں ہیں انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو مضبوطی بخشی، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کہ کسانوں کو بھی بھلی معلوم ہونے لگی۔ تاکہ ان سے کافر جلیں۔ نہیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے اور نیکو کاروں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ تمہیں اللہ کی قسم اور جو کچھ اس نے تم پر نازل کیا ہے۔ اسکی قسم جس نے تمہارے بزرگوں کو فرعون اور اس کے مظالم سے بچانے کی خاطر سمندر کو خشک کر دیا تھا۔ سچ سچ بتانا کیا تمہاری کتاب یہ بات نہیں بتاتی کہ تمہیں محمد پر ایمان لانا ہے؟ اگر یہ بات تمہیں اپنی کتاب میں نہ ملے تو پھر دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ بہرحال میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کیطرف بلاتا ہوں [1]

لیکن تاریخ کا یہ بہت المناک اور نتائج کے اعتبار سے بہت نامبارک واقعہ ہے کہ یہودیوں نے خدا کے اس آخری پیام رحمت کو اپنے روایتی غرور اور نسلی گھمنڈ کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ درخور اعتنا نہیں سمجھا بلکہ پہلے ہی دن سے اپنی تمام صلاحیتوں اور توانائیوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی دعوت کے خلاف سازشوں اور تخریبی کوششوں کیلئے وقف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔

ہم نے "پہلے ہی دن سے" کا لفظ اپنے حقیقی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ کیونکہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قباء کے راستے داخل ہوئے تھے، اور ابھی قباء ہی میں مقیم تھے اس کے دوسرے ہی دن یثرب کے یہودیوں کے دو بڑے لیڈر حی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب آپ سے وہیں آکر ملے تھے حی بن اخطب کی بیٹی صفیہ (جو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور ام المؤمنین بنیں) اپنے باپ، اور چچا کی آپ کے ساتھ اس ملاقات کا حال بیان کرتی ہوئی کہتی ہیں:

جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور قباء میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں اترے اسی دن میرے والد حی بن اخطب اور میرے چچا ابو یاسر بن اخطب آپ کے پاس صبح اندھیرے کے وقت گئے تھے اور (دن بھر آپ کے ساتھ گذارنے اور) شام کا اندھیرا ہونے کے بعد جب واپس آئے تھے تو بہت ہی خستہ حال اور تھکے ہارے نظر آ رہے تھے، میں نے اس وقت اپنے چچا ابو یاسر کو اپنے والد حی بن اخطب سے یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔

"کیا یہی ہے "وہ"؟

بالکل! میرے والد نے جواب دیا۔

---

[1] ابن ہشام ص ۳۷۶ - ۳۷۷

"آپ کو اس کا پورا یقین ہے کہ یہی وہ (نبی) ہے" ؟ میرے چچا نے پوچھا۔

ہاں ہاں! مجھے اس کا پورا یقین ہے" میرے والد نے کہا۔

پھر اب اس کے بارے میں پالیسی کیا رہے گی ؟ میرے چچا نے پوچھا۔

" مخالفت " جب تک زندہ ہوں اس کا دشمن ہی رہوں گا۔ میرے والد نے جواب دیا[1]

تاریخ کی ناقابل انکار شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو آپ کے نبی برحق ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں تھا، لیکن اپنی بابت خدا کی پسندیدہ نسل ہونے اور تمام بنی نوع انسان میں سب سے اعلیٰ وافضل ہونے اور تمام عرب قبائل کے حقیر اور "امی" ہونے کا جو وہم ان کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکا تھا، اس نے اس کھلی ہوئی حقیقت کو ماننا تو درکنار انہیں اس سمت میں سوچنے کی بھی اجازت نہیں دی، بلکہ انہوں نے ہر وہ تدبیر اختیار کی جس سے اسلام کے اس پیام رحمت کی سخت سے سخت مزاحمت ہو سکے۔ ہم ذیل میں ان کی چند تدبیروں کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ یہودیوں کے لئے یہ بات بڑی تشویش کا باعث تھی کہ مدینہ کے دونوں عربی قبیلے اوس اور خزرج تیزی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہہ رہے تھے اور آپس میں متحد ہو کر ایک مضبوط طاقت ہوتے جارہے تھے۔ انہی دونوں قبیلوں کی محکومیت اور باہمی لڑائی اور چپقلش پر یہودیوں کے اقتدار کا انحصار تھا۔ چنانچہ ان کے شاعروں نے اسلام کے حلقہ بگوش عربوں پر طعن و تشنیع کے تیر چلانے شروع کر دئے کہ انہوں نے ایک باہر کے شخص کی قیادت کو تسلیم کر کے اپنی عزت خاک میں ملا دی۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں اس سلسلہ کی بہت سی ہجائی نظمیں موجود ہیں۔ ابوعفک کی ایک نظم کے چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

میں نے ایک زمانہ دیکھا ہے ...... مگر بنو قیلہ (اوس و خزرج) سے بڑھ کر۔

عہد و پیمان کا لحاظ رکھنے والے نہیں دیکھے۔

یہ پہاڑوں کو ہلا دیتے ہیں اور خود ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

لیکن ایک سوار نے آکر انہیں توڑ دیا۔

ارے اگر تمہیں طاقت ہی کو سجدہ کرنا تھا تو پھر شاہان تبع کے آگے کیوں نہیں جھک گئے تھے۔؟ ایک خاتون شاعرہ عصماء بنت مروان نے کھلے لفظوں میں انصار کو گالیاں دیں۔ اور اپنی نظم میں انہیں " اے بنو مالک کے بھڑ و! اے عوف اور خزرج کے ہجڑو! " ..... جیسے ناشائستہ الفاظ سے مخاطب کیا۔ مشہور یہودی لیڈر کعب بن اشرف نے ازواج مطہرات اور عام مسلم خواتین کو نشانہ بنایا اور نہایت گندے اشعار ان کے بارے میں کہے۔

۲۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے اوس اور خزرج کی باہم بڑی چپقلش رہا کرتی تھی۔ ایک طویل جنگ بھی ان دونوں قبیلوں

---

[1] ملاحظہ ہو مکائد یہودیۃ از عبدالرحمٰن حسن منبکہ ص ۴۴ ط: دارالقلم بیروت ۱۹۷۴ء

کے درمیان ہو چکی تھی، یہودیوں نے بار بار اس کی کوشش کی کہ ان دونوں کے درمیان پھوٹ پڑے اور نفرت و دشمنی کے وہ جذبات جن کو ایمان کے رشتے نے کافور کر دیا تھا از سر نو بیدار ہوں۔

۳۔ یہودیوں نے ایک حربہ یہ بھی اختیار کیا کہ ان کے آدمی سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق اسلام میں داخل ہوتے اور پھر یہ کہتے ہوئے واپس آجاتے کہ اندر سے اسلام کو دیکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ صحیح راستہ نہیں اور محمد خدا کے وہ رسول نہیں ہیں جن کا ہمیں انتظار ہے۔

۴۔ معاہدہ شکنی، اقتصادی بندشوں اور پروپیگنڈے کی زبردست مہم چلا کر مسلمانوں کی ہمت کو پست اور توجہ منقسم کرنے کی کوششوں کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

۵۔ کفار مکہ اور دیگر اسلام دشمن عرب قبائل کے ساتھ اسلام کے خلاف متحدہ کوشش کی منصوبہ بندی اور اس سلسلہ میں خفیہ سمجھوتے بھی یہودیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا ایک حصہ تھے جن کا نقطۂ عروج جنگ احزاب کے موقع پر سامنے آیا اس جنگ کے بارے میں یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ اس کے پیچھے خالصتہً یہودی سازش ہی کا ہاتھ تھا، اور انہی کی خفیہ سفارتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں یہ نقشہ دیکھنے میں آیا تھا کہ عربوں کے مختلف قبائل، بنو غطفان، بنو فزارہ، بنو سلیم، اشجع، بنو مرہ اور بنو اسد کے رستے اور قریش کی فوج ایک اتحادی فوج بن کر ابوسفیان کی کمان میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھی، ابن سعد کے بیان کے مطابق یہ فوج دس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مدنی دور میں یہودیوں نے آپ کی شخصیت اور آپ کے گھر والوں اور ساتھیوں کے خلاف جتنی سخت سازشیں کیں اور آپ کے رحمت بھرے پیام کا جواب جس قدر وحشتناک اور ظالمانہ طریقہ پر دیا ان تمام واقعات کے بے کم و کاست بیان اور اس منظر کی صحیح تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات کی ضرورت ہے۔ سر دست تو اس طرف اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔

مشہور امریکی نو مسلمہ مریم جمیلہ جو خود یہودی النسل ہیں لکھتی ہیں :

> "واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ مدینہ کے یہودیوں میں ایک نبی کی آمد کا چرچا پہلے سے ہوا کرتا تھا، اور ان کے کچھ بڑے احبار نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت کی صداقت کو پرکھ بھی لیا تھا، لیکن بار بار کے تعاون کے معاہدوں کے باوجود، جو اولین موقع پر توڑ دئے جاتے تھے، وہ اسلام کے بدترین دشمن ثابت ہوئے۔ حتیٰ کہ متعدد نسبی اور مذہبی قرابتوں کے باوصف عرب کے یہودی شاعروں نے مسلمان پاکیزہ عورتوں کی عفت پر بہتان تراشی کے حملے شروع کر دئے، اور مشرکین کے شرک کو اسلام سے بہتر کہنے لگے۔ جس عورت نے نبی کریم کے کھانے میں زہر شامل کیا تھا وہ بھی خیبر کے ایک یہودی سپاہی کی بیوی ہی تھی، اسی زہر کے اثر سے آپ اس مرض میں مبتلا ہوئے تھے جو بالآخر آپؐ کی

جذبات کا سبب بنا رہا۔

ایک عام انسان کیلئے جس قدر حیرت انگیز اور تکلیف دہ یہ ظالمانہ یہودی طرز عمل ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اور سبق آموز اس کے مقابلہ میں صبر و برداشت اور نرمی و درگذر کا وہ بے مثال رویہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غیر تمند، بہادر اور پرجوش ساتھی اپنی داعیانہ حیثیت کو ہمہ وقت ملحوظ رکھنے اور اپنے جذبات کو اللہ کی منشاء پر قربان کرتے رہنے کی اس عادت کی وجہ سے مستقل طور پر اختیار کئے رہے جو ان کے اندر قرآنی و نبوی تربیت کے فیضان سے راسخ ہوگئی تھی۔ جب بھی یہودیوں کیطرف سے کوئی نئی حرکت ہوتی، اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ اپنی منشاء کو یاد دلا دیتا اور ابلتے ہوئے جذبات پر ایک دم قابو پا لیا جاتا۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودی لیڈروں حی بن اخطب، ابو یاسر بن اخطب اور کعب بن اشرف کی قیادت میں مسلمانوں کو اسلام سے بدظن اور برگشتہ کرکے کفر و ارتداد کی طرف کھینچنے کی زبردست مہم شروع کی گئی تب قرآن نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا :

ودّ کثیر من اهل الکتاب لو یردونکم
من بعد ایمانکم کفاراً حسداً من عند
انفسهم من بعد ماتبین لهم الحق
فاعفوا واصفحوا حتی یأتی الله بامره
ان الله علی کلّ شیئٍ قدیر۔

بہت سے اہل کتاب کا یہ حال ہے کہ باوجود اس کے
کہ حق ان پر بالکل واضح ہوچکا ہے۔ صرف اپنے
نفسانی جذبۂ حسد کی وجہ سے ان کی یہ کوشش ہے
کہ وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر سے کفر کیطرف
واپس لے جائیں، پس تم اس وقت تک ان کیساتھ
عفو و درگذر ہی کا معاملہ کرو جب تک کہ اللہ کا کوئی حکم نہ آئے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اسی طرح کے ایک اور موقع پر جب کہ مسلمانوں کو سخت جانی و مالی نقصانات پہنچانے کی یہودی سازشیں زوروں پر تھیں اور نہایت تکلیف دہ اور اشتعال انگیز پروپیگنڈہ ان کی طرف سے کیا جا رہا تھا، مسلمانوں ہی کو مخاطب کرکے قرآن میں کہا گیا تھا :

لَتُبْلَوُنَّ فِی اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ
مِنَ الَّذِیْنَ اُوتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ
اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْراً وَاِنْ تَصْبِرُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

ضرور بالضرور تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ تمہارے
مالوں میں اور تمہاری جانوں میں، اور تم سے پہلے
جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان کی طرف سے اور
مشرکین کیطرف سے تم بہت سی ایذا کی باتیں سنو
گے، اگر صبر کئے رہوگے اور پرہیزگاری پر قائم رہوگے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔

ل MARYAM JAMILAN. ISLAM VERSUS AHL-AL-KITAB LUCKNOW 1983 P.16

ان قرآنی ہدایات کی روشنی میں رسول اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے سو فیصد منفی طرز عمل کے جواب میں اپنے طرز عمل کو سو فیصد مثبت ہی رکھا، اور صرف عفو و درگذر اور صبر و برداشت ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر چھوٹے بڑے عمل سے اس کا ثبوت دیا کہ وہ ان کے ساتھ توقیر و مدارات کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں اور جس دین اور طرز زندگی کو وہ قائم کرنا چاہتے ہیں وہ وہی ہے جو سلسلۂ اسرائیل کے سب انبیاء کا دین تھا۔ چنانچہ ثابت ہے کہ آپ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن کا روزہ اس دن کی یاد قائم کرنے کیلئے رکھتے تھے جس دن کہ حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی، تو آپ نے مسلمانوں کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم یہ کہہ کر دیا کہ موسیٰ سے ہمارا تعلق تم سے (یعنی بنی اسرائیل) سے کم نہیں ہے[1]

آپ کے اس رویہ کی ایک بہت واضح دلیل آپ کا یہ مستقل طرز عمل بھی ہے جس کے بارے میں عبداللہ بن عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں: وکان النبی یحب موافقۃ اھل الکتاب فیما لم یومر فیہ بشئ جن چیزوں کے بارے میں کوئی خاص حکم الٰہی نہ ہوتا آنحضرتؐ ان چیزوں میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی کے مطابق آپ نے بالوں کو یونہی چھوڑ دینے اور مانگ نہ نکالنے کا جو معمول اپنایا تھا اسکی بھی یہی وجہ تھی کہ اہل کتاب کا معمول یہی تھا[2]۔

لیکن روزمرہ کا تجربہ شاہد ہے کہ بعض لوگ اتنے کم ظرف اور بے حس ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ جس قدر شرافت مروت اور احسان کا معاملہ کیا جائے۔ وہ اسی قدر کمینہ پن احسان فراموشی اور کم ظرفی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بنو اسرائیل کی پوری مذہبی تاریخ کا یہی خلاصہ ہے۔ انہوں نے ہمیشہ نیکی کا جواب بدی سے دیا ہے۔ ہمیشہ محبت کے بدلے میں نفرت دی ہے۔ ہر ایک کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ہر ایک کو دشمن سمجھا ہے اس نفسیاتی بیماری اور کم ظرفی نے انہیں عجیب قسم کی بزدلی چڑچڑے پن، شکی مزاجی اور ڈر میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جب بھی کوئی ان کیطرف ہمدردی و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ شخص بنو اسرائیل کا دشمن ہے۔ اور یہ ان کی موروثی عظمت کو چھین لینا چاہتا ہے۔

ہم یہودیوں کی نفسیاتی خصوصیات کے بیان کیلئے ایک بار پھر مریم جمیلہ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں اور اس انتخاب کی وجہ، جیسا کہ ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں یہی ہے کہ وہ یہودی النسل ہونے کے ناطے گھر کے بھید سے زیادہ واقف ہیں انہوں نے یہودیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ:

> "تمام برعکس شہادتوں کے باوجود اپنے کو خدا کی منتخب نسل کہنے پر اصرار کرتے ہیں، اپنے کو پیدائشی طور پر دنیا کے تمام انسانوں سے اعلیٰ و افضل قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنے سوا کسی کے ساتھ وفادارانہ تعلق نہیں رکھتے وہ آپس میں مثالی اخلاقیات کا مظاہرہ کر سکتے ہیں لیکن "حقیر اور ان پڑھ غیر یہودیوں" کے ساتھ ایسے کسی برتاؤ کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ شراب اور سودی کاروبار وغیرہ پر قبضہ کے ذریعہ وہ دوسروں کے کردار کو خراب کرنے

---

[1]، [2] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اتیان الیہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم المدینہ۔

کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ۔ اور اگرچہ وہ گرمجوشی کیساتھ اس یقین پر قائم ہیں کہ یہودیت ہی صحیح مذہب ہے لیکن وہ سختی کیساتھ باہر سے آنے والوں کو (یعنی غیر یہودیوں کو) (یہودیت کے اندر آنے سے) روکتے ہیں۔
یہودی عالم کے بنیادی فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ یہودیت قبول کرنے کے ہر امکان کی حوصلہ شکنی کرے[1]
جو معاملہ مدینہ کے یہودیوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کیا اسے اس یہودی مزاج کے چوکھٹے میں رکھ کر دیکھا جائے تو وہ بالکل فٹ نظر آتا ہے ، اس پر افسوس چاہے جتنا بھی کیا جائے تعجب نہیں کیا جا سکتا۔

ہم نے اس مقالہ کے آغاز میں اس خدائی اعلان کا تذکرہ کیا تھا جس کے بموجب ، مدنی دور سے متصلاً پہلے ہی بنی اسرائیل سے صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم نے محمد کے ذریعہ بھیجے ہوئے پیام رحمت کو قبول نہ کیا اور تخریب توڑ پھوڑ اور برتری کا نشہ تم پر حسب سابق سوار رہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو اس سے پہلے ایسی حالت میں کرتے آئے ہیں — (وان عدتم عدنا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے اور ان کے خلاف سازشوں کی سزا انہیں مدینہ منورہ اور پھر خیبر، فدک اور تیما سے نکال کر دی گئی اور اسی دن سے ہر یہودی کے دل میں مسلمانوں اور عربوں سے نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکنے لگی اور پوری یہودی قوم فلسطین کیساتھ حرمین شریفین اور خیبر وغیرہ پر بھی قبضہ کی تمنا کی آگ میں جھلسنے لگی۔ اس تمنا کی تکمیل کیلئے اور اپنی بھڑاس نکالنے کے لئے یہودیوں نے اس کے بعد جو کچھ کیا اس کا ذکر انشاء اللہ آگے آئیگا۔

امید ہے کہ سطور بالا سے یہودیت اور اسلام کے مابین تعلق کی نوعیت اور ابتدائی تاریخ کسی حد تک واضح ہو گئی ہوگی ۔ یہ تاریخ کی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام دشمنی کے اعتبار سے یہودیت کا نمبر ایک ہے ۔ اور جس دن قرآن نے یہ اعلان کیا تھا کہ یہودی اشد الناس عداوۃً للذین آمنو ۔ (اہل ایمان کی دشمنی میں تمام انسانوں سے زیادہ سخت) ثابت ہوں گے ۔ اس دن سے آج تک ہر روز اس اعلان کی صداقت کے ٹھوس ثبوت فراہم ہوتے رہے ہیں ۔ کاش کہ امت ایمانی استعداد کے ساتھ قرآن مجید پر غور کرتی ۔

مکتوب: مدینہ منورہ

ماسٹر محمد عمر خان گڑھی

دیارِ نبیؐ میں

مکۃ المکرمہ میں عمرہ شریف کی ادائیگی کے تین دن بعد رفقائے دیارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رختِ سفر باندھا
کعبۃ المکرمہ کے پُرکیف و روح پرور مناظر سے آنکھیں سیر نہ ہوتی تھیں۔ حرم مکہ سطحِ زمین پر مرکزِ عشق و محبت و
تجلیاتِ ربانی کا مظہر ہے۔ بیت اللہ شریف کی جدائی پر دلی رنج ہوا۔ مگر احباب نے رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں
کو مدینۃ الرسول میں گزارنے کا عزم کر رکھا تھا ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

تاہم مدینہ منورہ کی حاضری اور بارگاہِ نبوت کی حضوری کے مسرت بخش تصور نے دل کی دنیا بدل دی۔
۱۱ رمضان المبارک بروز اتوار صبح کی نماز کے بعد موقف السیارہ پہنچے۔ سامنے جبلِ نور کا مقدس منظر تھا۔ گنبد نما
پہاڑی پر غارِ حرا ہے۔ جہاں جبرائیل امین نے اپنے مقدس پیغمبر کے قلبِ اقدس پر قرآنی آیات کے ساتھ نزول فرمایا۔

ایک گھنٹہ بعد مدینہ منورہ کی طرف روانگی ہوئی۔ جوں جوں لاری مدینہ منورہ کے قریب ہوتی گئی۔ زبان پر درود
شریف کی کثرت، آنکھوں میں آنسو اور دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ پانچ گھنٹے کی طویل مسافت کے بعد ہم خدا کے
پیارے پیغمبر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب شہر مدینہ منورہ میں پہنچے۔ جہاں کی خاکروبی کو اولیاء و
سلاطین سعادت سمجھتے ہیں۔ جنید و بایزیدؒ اپنے نفس کو گم کر کے حاضر ہوتے ہیں۔ گنبدِ خضریٰ پر نگاہ پڑی تو آنکھیں فورِ
شوق و محبت میں آب دیدہ ہو گئیں۔

سید امین گیلانی کہتے ہیں ؎

گنبدِ خضریٰ پہ جب پہلی نظر تیری پڑی
کیا تھی کیفیت تو اس پہلی نظر کی بات کر
تیرے آنسو تو بہہ رہے ہوں گے حضوری میں ضرور
حاضری کے وقت اپنی چشمِ تر کی بات کر

ضروری سامان مسجدِ خلیل نزد جنت البقیع میں رکھا۔ حرمِ نبویؐ نمازِ عصر کے لئے حاضر ہوئے۔ ادھر اپنے
اعمالِ بد اور روسیاہی پیشِ نظر تھی، اُدھر خدا کی رحمتِ کاملہ کا تصور تھا ؎

تصدق اپنے خدا کے جاؤں آتا ہے مجھ کو خیال پیہم
ادھر سے میرے گناہ ایسے اُدھر سے دم بہ دم پیار ایسا

ہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ مولانا سلیمان ندوی رحمۃ اللہ کا شعر یاد آیا ؎

میری طلب کسی کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم خود نہیں اٹھتے اٹھائے جاتے ہیں

دربارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صلوٰۃ وسلام عرض کئے دل کے اندر اس قدر سکون پیدا ہوا جیسے پریشانِ حال ستایا ہوا بچہ اپنی شفیق ماں کی گود میں آگیا ہو ؎

شفیعِ عاصیاں تم ہو   حبیبِ کبریا تم ہو
گنہگار ہم کہاں جائیں   شفیع المذنبیں تم ہو

بوقت صلوٰۃ والسلام شفیع المذنبین کے الفاظ نکلتے ہی چیخ نکل گئی۔ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

عسٰی انال غدا منک الشفاعۃ اذ
قد الجم الناس لا قدم بالعرق

میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے بہرہ یاب ہوں گا جب گناہوں کی وجہ سے لوگوں کا پسینہ منہ تک آجائے گا۔

وانت تسقی ولا ساقٍ سواک لھم
کاسًا یطاف بماءٍ باردٍ غرقٍ

اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو ٹھنڈے پانی کا جام پلاتے ہوں گے۔ جب آپ کے سوا کوئی ساقی نہیں ہوگا

ثم الصلوٰۃ صلواۃ لا انقضاء لھا
علی النبیّ مع الاصحاب والرفق

اس کے بعد ایسا درود وسلام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہو جو کبھی ختم نہ ہو آپ پر اور آپ کے اصحاب پر۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی وہ جگہ جہاں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آسودہ خواب ہیں اور جو مٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو لگی ہوئی ہے وہ نہ صرف کعبۃ اللہ بلکہ عرش الٰہی سے افضل ہے۔ مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز کی توجیہہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ تو مکان اور جسم سے پاک ہیں۔ زمین کے اس مقدس حصہ میں تو سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسدِ اطہر کے ساتھ موجود ہیں پھر ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

مسجد نبوی کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح ادا کرتا ہے کہ کوئی نماز فوت نہ ہو تو اس کے لئے جہنم سے برأة کا پروانہ دے دیا جاتا ہے۔ قیام مدینہ میں چالیس نمازیں پورے عزم و احتیاط کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کی گئی۔ الحمدللہ ایک سو نمازیں جماعت کے ساتھ ادا ہوئیں۔ گھر سے مدینہ منورہ عازم ہوئے تو دل میں شدید تمنا تھی کہ ایک قرآن کم از کم تلاوت کرکے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ تبریک پیش کریں گے۔ مگر اٹھارہ دن کے اندر دس ختم قرآن حکیم نصیب ہوئے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ مدیر الحق ستائیس رمضان المبارک بغرض عمرہ تشریف لائے شرف ملاقات ہوئی ایک گھنٹہ تقریباً مسجد نبوی میں موجود رہے۔ پاکستان کے سیاسی حالات، شریعت بل اور دیگر مذہبی تحریکات کے بارے میں احباب کو تفصیلی روشنی ڈالی جاتے وقت مدینہ منورہ کے تاثرات کے بارے میں بندہ کو فرمایا کہ اپنے تاثرات برائے اشاعت ماہنامہ الحق تحریر کریں۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کے شہر کی اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے خداوند تعالیٰ نے سرکار دو جہاں کے قیام گاہ کی تجویز کی اور جو مواقع نزول وحی الہٰی کے تھے اسی مقدس شہر میں ہوئے خدا کے مقرب فرشتے اترتے رہے ۱۳ سال قرآن حکیم کا نزول ہوتا رہا۔

جنت بھی مدینہ منورہ سے کیسے افضل ہوسکتی ہے۔ مدینہ منورہ خود جنت ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود با مسعود کو جو مٹی لگی ہے وہ بھی اسی مقدس شہر کی ہے۔ پھر خدا کے مقدس پیغمبر کے چلنے پھرنے کے مقامات اور آپ کی مقدس سنتوں کا ظہور اور معجزات کا اظہار یہیں سے ہوا۔ آپ کی مقدس ازواج مطہرات کی آخری قیام گاہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی تدفین یہیں ہوئی۔ یہ مقدس شہر اس قابل ہے کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے۔ اس کی خوشبوؤں کو سونگھا جائے۔ اس کے در و دیوار کو چوما جائے اس پاک شہر کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے۔ خدا نے وحی الہٰی سے اس شہر کا نام طابہ طیبہ رکھا۔ شرک اور بدعت کی گندگیوں سے پاک کیا ع

خاکِ یثرب از دو عالم بہتر است

رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں حرمین الشریفین کی سعادت نصیب ہوئی آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا نصیب ہوا پاکستان کی خوش بختی ہے کہ اعتکاف میں مقیم افراد اکثر پاکستانی ہیں +

اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

مولانا محمد رضی الاسلام ندوی

صحابہؓ کرام کی تحصیل حدیث کی کیفیات

اسلامی شریعت میں قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ "حدیث" کا ہے اور اس پر عمل کرنا اسی طرح واجب اور فرض ہے جس طرح قرآن پر۔ حدیث ایک ایسا مستند اور معتبر ذخیرہ ہے جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، آپؐ کے اقوال و افعال۔ آپؐ کی سیرت و شمائل۔ آپ کے عادات و اطوار اور اخلاق و عادات غرض یہ کہ حیات طیبہ کا ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے اس کی حیثیت تاریخ کے ان ذخیروں کی سی نہیں جن کی اساس محض چند افواہوں، سنی سنائی بازاری باتوں۔ مجہول کرم خوردہ مخطوطات یا کہنہ الواح سے بڑھ کر نہیں جو کسی زمانے میں قلم بند کر لی جاتی ہیں۔ اور جن کے نہ راویوں کا پتہ چلتا ہے نہ ان کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ حدیث ایک ایسی مستند و محکم "دستاویز" ہے جس کے علمی منتہاہین لاکھوں کی تعداد کو پہنچے ہوئے ہیں اور جس کے راویوں کی پوری زندگی ہمارے سامنے ہے۔

تاریخ کے عام ذخیروں سے حدیث کا امتیاز حدیث نبوی کو عام تاریخی ذخیروں سے صرف یہی ایک چیز ممتاز نہیں کرتی بلکہ اس سے بھی اہم امتیاز یہ ہے کہ مورخین کا اپنی تاریخ سے کوئی قلبی ربط نہیں پایا جاتا۔ اولاً تو تاریخ کے اولین راویوں کا پتہ ہی نہیں چلتا پھر اگر عرصے بعد کسی مورخ کا نام بھی ملتا ہے تو ظاہر ہے کہ تاریخ سے اس کا قلبی ربط اور باہمی تعلق مفقود ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے صحابہ کرامؓ کا جو قلبی تعلق، باہمی ربط اور شدید محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور احادیث نبویہ سے تھی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

حضرات صحابہؓ کو آپؐ کی ذات سے جو حقیقی عشق تھا اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے ماں باپ اور عزیز و اقارب تک کو آپؐ پر فدا کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اور اپنی جان و مال کو آپؐ کے ایک اشارے پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ کا اشارہ پاتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ثلث مال سے "جیش عسرہ" کی "تجہیز" کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضؓ اپنا نصف مال

ے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لا کر آپؐ کی خدمت میں ڈھیر کر دیتے ہیں اور اپنے پیچھے اپنے گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذکر چھوڑ آتے ہیں۔

غزوۂ اُحد میں جب جاں نثاری و فدا کاری کا موقع نصیب ہوتا ہے تو حضرت ابُو دجانہؓ اپنے جسم کو ڈھال بنا دیتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آپ کے سامنے سینہ سپر ہو کر دشمنوں کے تیروں کا جواب دیتے ہیں۔ اور کچھ جان نثار صحابہؓ آپؐ کے گرد حصار کر کے آپ کو دشمنوں کی ایذا سے محفوظ کر لیتے ہیں۔

ایک صحابیہ اپنے باپ، فرزند اور خواہر کی شہادت کی خبر سننے کے باوجود جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخیر و عافیت دیکھ لیتی ہیں تو ان کی زبان سے بے اختیار نکل پڑتا ہے۔

کل مصیبۃ بعدک جلل (آپؐ کو بخیریت دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت گوارا ہے) صحابہ کرام کے آنحضرتؐ سے انتہائی محبت کی اس سے اعلیٰ مثال اور کیا ہو گی جو ایک دشمنِ اسلام کی زبان سے بیان ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود نے قریش کو مخاطب کر کے کہا تھا:

یا معشر قریش واللہ انی ما رایت	اے قریش کے لوگو! خدا کی قسم میں نے محمدؐ کی
ملکاً فی قوم قط مثل محمد	طرح کبھی کسی قوم کے بادشاہ کو نہیں دیکھا میں
فی اصحابہ، ولقد رایت	نے ان کے ساتھ ان کے اصحاب کا معاملہ دیکھا
ما یصنع بہ اصحابہ، لا	ہے وہ وضو کرتے ہیں تو لوگ ان کے مستعمل
یتوضاء الا ابتدروا وضوء ولا	پانی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ وہ تھوکتے ہیں تو
یبصق بصاقا الا ابتدروہ ولا	وہ ان کا تھوک حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑتے
یسقط من شعرہ شئی الا اخذوہ	ہیں وہ ان کے ایک بال کو بھی گرنے نہیں دیتے
(سیرت ابن ھشام)	اور اسے حاصل کر لیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کی وجہ — جو شخص بھی جاہلیت اور اسلام دونوں کا مقابلہ کرے گا وہ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ صحابہ کرامؓ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ قلبی تعلق کیوں تھا؟ "جاہلیت" جس کا نام سنتے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے وحشت و بربریت، ظلم و ستم جنگ و جدال، لوٹ مار خونریزی، باہمی عداوت و دشمنی اور اس سے بڑھ کر ضلالت و گمراہی کی بھیانک تصویریں آجاتی ہیں — کے گھٹا ٹوپ ماحول سے نکال کر انہیں امن و امان، عدل و انصاف، اخوت و محبت اور ہدایت و حق کی طرف لانے والی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تو تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ قرآن کریم اس احسان کا ذکر کرتا ہے۔

واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانًا۔ وکنتم شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ (آل عمران ۱۰۲)	اپنے اوپر ہونے والے خدا کے احسانات کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ تم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اس نے تم کو اس سے نجات دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا طبعی تقاضا

صحابہ کرامؓ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت عشق اور قلبی تعلق کا طبعی تقاضا تھا کہ آپ سے آپ کی تعلیمات اور خدا کے احکام حاصل کرنے پھر اسے اپنی زندگیوں پر جاری وساری کرنے میں پوری کوشش صرف کردیں جنہوں نے ان کو ضلالت وجہالت کی تاریکی سے نکال نور حق کی شاہراہ پہ لا کھڑا کر دیا تھا اور ایک غیر مہذب اور وحشی نظام زندگی سے نجات دلا کر ایک صالح، پاکیزہ اور مہذب نظام حیات عطا کیا تھا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کو قرآن وحدیث حاصل کرنے اور حضور اکرمؐ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں پر منطبق کرنے کا غایت درجہ شوق تھا۔ چنانچہ وہ ہر اس عمل کی طرف دوڑ پڑتے تھے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان اعمال سے فوراً اجتناب کر لیتے تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:۔

ایک بار آنحضرتؐ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ کرامؓ نے بھی بنوالی۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا اور فرمایا اب کبھی نہیں پہنوں گا۔ چنانچہ تمام صحابہؓ نے بھی پھینک دیں (بخاری)۔ اسی طرح ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ نماز پڑھ رہے تھے کہ نماز ہی میں اپنے جوتے نکال دئے۔ تمام صحابہ نے آپ کی نقل کرتے ہوئے اپنے جوتے نکال دئے۔ نماز کے بعد آپؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے جوتے کیوں نکالے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپؐ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے بتایا کہ میرے جوتے میں گندگی لگی ہوئی ہے (کتاب الشفا ابن عبدالبر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کی اتباع کرتے تھے حتیٰ کہ ایک بار حج کرنے جارہے تھے۔ راستے میں اونٹ سے اتر کر ایک جگہ بیٹھ گئے پھر اٹھ گئے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ ایک بار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے یہیں بیٹھ کر استنجا فرمایا تھا۔

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال وافعال کی اتباع کرتے ہوئے دیکھتے تو انہیں پاگل سمجھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ایک بار جمعہ کی نماز پڑھنے جارہے تھے۔

ابھی دروازے ہی تک پہنچے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں فرماتے سنا " اجلسوا " فوراً وہیں بیٹھ گئے رسول اکرمؐ نے دیکھا تو بلا لیا۔ ان روحانی عوامل و بواعث کے ساتھ ساتھ کچھ اور عوامل تھے جو صحابہ کرامؓ کے قرآن وحدیث کے شوق حصول میں کارفرما تھے۔

صحابہ کرام کے تحصیل قرآن اور حدیث کے عوامل

ان کے سامنے قرآن کریم اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کی بہت سی فضیلتیں بیان کی تھیں۔ اور علماء و غیر علماء کے درمیان بہت بڑا فرق بتایا تھا مثلاً :۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)	خدا کے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ڈرتے ہیں۔
هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ (الزمر ۹)	صاحب علم اور غیر ذی علم بھلا برابر ہو سکتے ہیں۔
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ ۱۱)	خدا مومنوں اور اصحاب علم کے درجات بڑھاتا ہے۔
فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِن الفِ عَابِد (ترمذی۔ ابن ماجہ)	ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بڑھ کر ہے۔
فضل العالم على العابد كفضلي على ادناكم (ترمذی)	عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت ایک ادنیٰ امتی پر ہے۔
من سلك طريقا يلتمس فيه علماً سهل الله له طريقا الى الجنة (احمد ترمذی ابوداؤد)	جو شخص علم کے راستے میں چلے گا اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دے گا۔
العلماء ورثة الانبياء	علماء انبیاء کے وارث ہیں۔
ان الملائكة لتضع اجنحتها لطالب العلم رضا بما صنع (ابو داؤد، ترمذی)	فرشتے طالب علم کے لئے اس کے عمل سے خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں

۲۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و عمل اور ہر نمونہ کو اختیار کریں اور اپنی زندگی پر جاری و ساری اور نافذ کریں۔

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا ۚ (حشر ۷)

رسول نے تمہیں جس چیز کا حکم دیا ہے اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے رک جاؤ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء ۶۴)

ہم رسول کو اسی لئے بھیجتے ہیں کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۳۱)

اے رسول! کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۚ (احزاب ۲۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین اسوہ ہے۔

۳۔ ان پر صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی اتباع ہی ضروری نہ تھی بلکہ مزید یہ بھی فریضہ عائد تھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنیں اور جو کچھ دیکھیں اسے دوسروں تک پہنچائیں۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ آل عمران ۱۱۰

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (آل عمران ۱۰۴)

تم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہو جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ دراصل ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

نضّر اللّٰہ امرأً سمع مقالتی فوعاھا ثم ادّاھا کما سمع (صحاح)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاداں و فرحاں رکھے جس نے میری بات سنی پھر اسے یاد رکھا پھر جس طرح سنا تھا دوسروں تک پہنچا دیا۔

ترکت فیکم شیئین لن تضلّوا

میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی ہیں

بعدھما کتاب اللہ و سنتی ولن یتفرقا۔ (صحاح)
ان کو پکڑ لینے کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے کتاب اللہ اور میری سنت بشرطیکہ دونوں جدا نہ ہوں

الا فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع (صحاح)
سن لو موجود شخص غائب کو سب کچھ بتا دے بسا اوقات پہنچایا جانے والا شخص سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

تسمعون و یسمع منکم و یسمع من الذین یسمعون منکم
ابوداؤد ۔ مستدرک
اس وقت تم لوگ سن رہے ہو پھر تم سے سنا جائے گا پھر تم سے سننے والوں سے سنا جائے گا۔

۴۔ انہیں جو کچھ معلوم تھا اسے چھپانا اور غلط بیانی سے کام لینا سخت جرم اور گناہ سمجھتے تھے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم نے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد تنبیہات اور وعیدیں بیان فرمائی تھیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرہ ۱۵۹)
جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم نے انہیں لوگوں کے لئے کتاب میں واضح کر دیا ہے ان لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی۔

من سئل عن علم ثم کتمہ اُلجم یوم القیامۃ بلجام من النار (ابوداؤد۔ ترمذی)
اگر کسی سے کچھ پوچھا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار (حدیث متواتر)
جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

صحابہ کرامؓ کا حدیث میں غایت درجہ اشتیاق

ان عوامل و اسباب کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے اور آپؐ سے حدیث و قرآن کی تعلیمات و احکام حاصل کرنے کا بے انتہا شوق پایا جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنی معاشی اور دیگر مصروفیتوں کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں زیادہ سے زیادہ شریک ہونے کی کوشش کرتے ان میں ایک جماعت ایسی تھی جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر قرآن و حدیث حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچاتے اس مقدس

اس مبارک جماعت کو ہم "اصحابِ صُفّہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں اس جماعت کے سرخیل حضرت ابوہریرہ رضؓ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

انکم تزعمون ان ابا هريرة يكثر الاحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، والله كنت رجلا مسكينا اصحب رسول الله صلى الله عليه وسلم على ملأ بطني وكان المهاجرون يشغلهم الصفق بالاسواق وكانت الانصار يشغلهم القيام على اموالهم (مسلم ج۲)

تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث روایت کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں غریب آدمی تھا قوت لایموت کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا جب کہ مہاجرین تجارت میں مشغول تھے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت میں لگے رہتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضؓ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت آیا جایا کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہؓ یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں (دارمی) ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ تم ہر وقت میرے گھر میں داخل ہو سکتے ہو اور کھلے چھپے سے باخبر ہو سکتے ہو۔

جو صحابہؓ معاشی مشاغل کی وجہ سے روزانہ حاضر نہ ہو سکتے تھے انہوں نے آپس میں باری مقرر کر رکھی تھی۔ چنانچہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ واپس جا کر اپنے ساتھی کو پورے دن کی خبریں پہنچاتا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

كنت انا وجار لي من الانصار من بني امية بن زيد وهي من عوالي المدينة وكنا نتناوب النزول على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل يوما وانزل يوما فاذا نزلت جئته بخبر ذالك اليوم من وحي وغيره واذا نزل فعل مثل ذالك

(بخاری کتاب العلم)

میں اور میرا ایک پڑوسی جو قبیلہ بنی امیہ بن زید میں سے تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باری باری آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں۔ جس دن میں آتا اس دن کی تمام خبریں وحی اور اس کے علاوہ دیگر چیزیں سب اس کو بتا دیتا اور جس دن وہ آتا وہ بھی ایسا ہی کرتا۔

جو صحابہ بہت دور رہتے تھے وہ وقتاً فوقتاً اپنے وفود اور نمائندوں کو بارگاہِ رسالت میں بھیجتے تھے تاکہ آپ کے پاس چند دن ٹھہر کر اسلامی احکام اور تعلیمات حاصل کریں اور پھر واپس اپنی قوم میں جاکر تعلیم و ارشاد کی خدمت انجام دیں۔

حضرت مالک بن الحویرث رض فرماتے ہیں:

اتینا النبی صلی اللہ علیہ و سلم و نحن شببۃ متقاربون فاقمنا عندہ عشرین لیلۃ فظن انا اشتقنا اھلنا و سالنا عمن ترکنا فی اھلنا فاخبرناہ و کان رفیقاً رحیما فقال ارجعوا الی اھلیکم فعلموھم ومروھم (صحیح بخاری)	ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم لوگ ادھیڑ عمر اور ایک ہی عمر کے تھے۔ ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رہے حتّٰی کہ آپ گمان کرنے لگے کہ ہم اپنے اہل و عیال کے مشتاق ہو گئے ہیں۔ لہذا آپ نے ہم سے ان کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے آپ کو بتایا آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ بہت ہی رحمت و رافت کا ہے۔ پھر فرمایا اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤ انہیں تعلیم دو اور نیکیوں کا حکم دو۔

اسی طرح اگر کوئی صحابی رض دور رہتا ہوتا اور اسے کوئی اہم واقعہ پیش آتا یا کوئی اشکال ہوتا تو وہ فوراً مدینہ طیبہ روانہ ہو جاتا۔ اور طویل مسافت طے کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس واقعہ میں حکم الٰہی دریافت کرتا۔ حضرت عقبہ بن الحارث کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک عورت نے انہیں بتایا کہ اس نے ان کو اور ان کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔

وہ فوراً مدینہ منورہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کر لے پھر بعد میں معلوم ہو کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا کیف وقد قیل (اب کیسے ہو سکتا ہے جب کہ کہا جا چکا) چنانچہ انہوں نے فوراً اس بیوی کو چھوڑ دیا اور دوسری شادی کر لی۔

اسی طرح جو صحابہ رض کسی سریہ میں چلے جاتے یا کسی وجہ سے پیچھے رہ جاتے تو وہ واپس آکر دوسرے صحابہ رض سے تمام احادیث معلوم کر لیا کرتے تھے۔

حضرت براءؓ بن عازب، فرماتے ہیں:

ما کل الحدیث سمعناہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحدثنا اصحابنا وکنا مشتغلین فی رعایۃ الابل واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یطلبون ما یفوتہ سماعہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسمعونہ من اقرانہم۔

تمام احادیث ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہیں ہم سے صحابہؓ حدیث بیان کرتے تھے اور ہم اونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے اصحاب رسول اگر کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سن پاتے تھے تو اپنے رفقاء سے حاصل کر لیتے تھے۔

(معرفۃ علوم الحدیث)

حضرات صحابہؓ کا معمول تھا کہ جو احادیث وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سنتے تھے وہاں سے اٹھنے کے بعد آپس میں مذاکرہ کر لیتے تھے تاکہ اگر کسی کو ٹھیک سے یاد نہ ہوئی ہو تو پختہ ہو جائے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

کنا نکون عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنسمع منہ الحدیث فاذا قمنا تذاکرنا فیما بیننا حتی نحفظہ۔

(الجامع لاخلاق الراوی والسامع)

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے تھے تو آپؐ سے احادیث سنتے تھے پھر جب آپؐ کے پاس سے اٹھتے تھے تو مذاکرہ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں یاد کر لیتے۔

صحابۂ کرامؓ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل حدیث کے غایت درجہ اشتیاق کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے کوئی ایسا بھی سوال کرتے جس کا جواب پوری طرح واضح ہوتا پھر بھی وہ جواب دینے کی بجائے صرف اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے) کہہ دیا کرتے تھے کیونکہ وہ سوچتے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے کوئی نئی حکمت عملی بتلانا چاہتے ہوں۔ احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ میں یہ بات دیکھنے میں حجۃ الوداع کے مشہور خطبے میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا شہر ہے؟ ہر سوال کے جواب میں صحابہؓ فرماتے اللہ ورسولہ اعلم۔ پھر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرماتے: کیا یہ یوم عرفہ نہیں ہے؟ کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ کیا یہ بلد حرام نہیں ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا:

ان دماءکم واموالکم حرام علیکم الی ان تلقوا ربکم لحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا۔

(بخاری)

تمہارا خون اور تمہارے اموال تم پر قیامت تک حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اس مہینہ کی حرمت اور اس شہر کی حرمت ہے

اسی طرح حدیث جبرئیل میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: اتدری من السائل (جانتے ہو یہ پوچھنے والے کون تھے؟) انہوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ فرمایا: انہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم (یہ جبرئیل تھے جو تم لوگوں کو دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے۔) (متفق علیہ)

صحابہؓ کرام کا قوی حافظہ | تحصیل حدیث کے سلسلہ میں صحابہؓ کرام کا اس درجہ اشتیاق انہیں احادیث کے حفظ واتقان پر اکساتا تھا اور وہ احادیث کو یاد کرکے محفوظ کرنے میں پوری کوشش صرف کرتے تھے۔ پھر یہ کہ صحابہؓ بلکہ عرب کی اکثریت جاہل اور اَن پڑھ تھی۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ ان کی تاریخ کا پورا دار و مدار ان کے حافظے پر تھا۔ خدا نے انہیں حافظہ کا انتہائی قوی ملکہ عطا فرمایا تھا حتیٰ کہ روایتوں میں آتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں تک کی پشتہا پشت کی نسلوں سے واقفیت رکھتے تھے۔ حافظہ پر پورا اعتماد ہونے کی وجہ سے صحابہؓ کرام کی اکثر تعداد احادیث کو حفظ کرتی تھی۔ ابتدا اسلام میں احادیث کی عدم کتابت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایسا کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا اور یہ کند ذہنی اور غباوت کی علامت تھی۔

حدیث کے تحمل و ادا میں صحابہؓ کے مراتب | چنانچہ حدیث کے تحمل و ادا میں تمام صحابہ کرامؓ برابر نہیں تھے بلکہ ان میں مراتب تھے بعض صحابہؓ بڑھے ہوئے تھے بعض کچھ کم تھے۔ اس لئے کہ:

۱۔ بعض صحابہؓ ہر وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ مگر بعض دیگر مصروفیات کی وجہ سے کم حاضر ہو پاتے تھے اور جو صحابہؓ دور رہتے تھے ان کو اس کا موقع کم ہی نصیب ہوتا تھا۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کی اکثر تعداد احادیث کو زبانی یاد کرتی تھی اور لکھنے کا رواج نہ تھا مگر چند صحابہؓ احادیث کو ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، مجھ سے زیادہ صرف عبداللہ بن عمروؓ کی روایات ہیں اور وہ صرف اس وجہ سے کہ وہ لکھتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا۔ (بخاری کتاب العلم)

۳۔ بعض صحابہؓ فطری استعداد و فہم کی وجہ سے فقہ حدیث میں بڑھے ہوئے تھے، چنانچہ وہ ناسخ و منسوخ عام و خاص، مطلق و مقید اور مجمل و مفسّر وغیرہ سے بخوبی واقف تھے مگر بعض فہم حدیث میں اس درجہ کے نہیں تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک بار حضرت عمر بن الخطابؓ نے صحابہؓ کی ایک مجلس میں سوال کیا کہ سورۂ نصر کا شان نزول کیا ہے؟ کوئی صحابی صحیح نہیں بتلا پایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جو اس وقت بھی کم سن تھے۔ بتلایا کہ ھو اجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلمہ لہ، قال اذا جاء نصر اللہ والفتح فذلک علامۃ اجلک فسبح بحمد ربک۔ الخ (بخاری کتاب التفسیر)
(اس سے مراد رسول اللہؐ کی وفات کی خبر ہے جو انہیں بتلائی گئی ہے۔ یعنی جب خدا کی مدد اور فتح آجائے تو وہ تمہاری وفات کی علامت ہے۔ لہٰذا خدا کی تسبیح بیان کرو۔ الخ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی مجالس | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرامؓ کو ہر وقت تعلیم و تربیت اور وعظ و نصیحت سے نوازتے تھے آپؐ کی حیثیت ایک معلم و مربی کی سی تھی۔ آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو دعوت و تربیت سے معمور تھا۔ آپؐ ہر وقت اور ہر جگہ تعلیم و تربیت میں مشغول ہوتے۔ آپؐ کے لئے کوئی جگہ یا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ آپؐ جنگ میں ہوتے تو وہاں بھی معلم و واعظ ہوتے اور لوگوں میں اپنے وعظ سے جوش و ولولہ پیدا کرتے، اگر سفر میں ہوتے تو وہاں بھی مرشد و ہادی ہوتے۔ گھر میں اہل و عیال کیساتھ ہوتے تو انہیں بھی تعلیم دیتے۔ بازار جاتے تو وہاں لوگ روک کر مسئلہ پوچھ لیا کرتے اور مسجد نبوی میں ہوتے تو وہاں بھی لوگوں کو وعظ و نصیحت سے نوازتے۔

البتہ یہ بات ضرور تھی کہ آپؐ کی اکثر مجلسیں مسجد نبوی ہی میں ہوتی تھیں جہاں صحابہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے اور آپ انہیں درس و تعلیم دیتے تھے۔ اوقات نماز کے علاوہ بھی جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو آپ لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیتے اور ان کے سامنے تقریر فرماتے۔ ایک بار سورج گرہن ہوا اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تھا۔ لوگ کہنے لگے کہ پیغمبر کے بیٹے کی وفات کے سوگ میں سورج گرہن ہوا ہے۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

ان الشمس والقمر لاینکسفان لموت احد ولالحیاتہ وایتان من آیات اللہ۔	سورج اور چاند میں کسی کی موت و حیات سے گہن نہیں پڑتا بلکہ وہ دونوں خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔
(ابوداؤد)	

اسی طرح حضرت بریرہؓ کو حضرت عائشہؓ کے ہاتھ بیچتے وقت ان کے آقا نے یہ شرط لگائی کہ حق ولایت ہمارا ہی ہوگا ۔۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا الولاء لمن اعتق (حق ولاء تو آزاد کرنیوالے ہی کا ہوگا) اس کے بعد آپؐ مسجد تشریف لے گئے اور صحابہؓ کو جمع کر کے تقریر کی اور فرمایا:

ما بال رجال یقول احدھم اعتق یافلان والولاء لی وانما الولاء لمن اعتق۔	ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جن میں کا آدمی کہتا ہے کہ اے فلاں تم آزاد کر دو مگر حق ولاء ہمارا ہی ہوگا جبکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔
(ابوداؤد)	

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب
مدرس دارالعلوم حقانیہ

(۶)
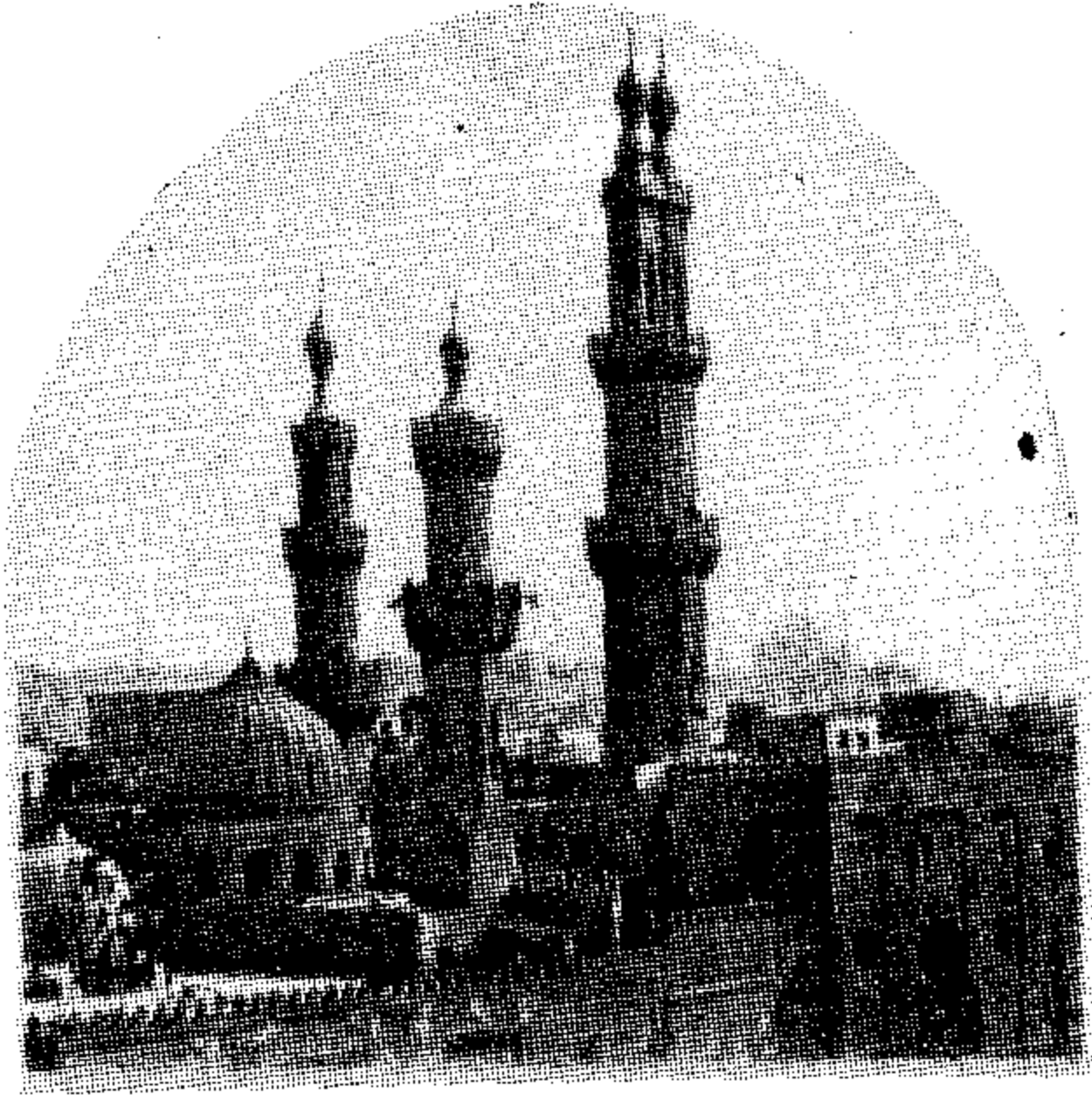
حقانیہ سے ازھر تک

جامع عمرو بن العاص | ۱۰ رجون بروز منگل "جامع عمرو بن العاص" جانا ہوا: تاریخ اسلام میں یہ وہ امتیازی مسجد ہے جس کا تذکرہ آپ کو تاریخ کے اوراق میں کبھی "جامع مسجد" کبھی "جامع الفسطاط" اور کبھی "جامع العتیق" کے نام سے ملے گا۔ عہدِ فاروقی میں فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص نے جب سرزمین مصر میں قدم رکھا تو عسکری اعتبار سے تمام قاہرہ میں آپ کو یہ جگہ پسند آئی۔ چنانچہ اسی مقام پر اسلامی لشکر کے لئے چھاؤنی بنائی گئی۔ چھاؤنی کیا تھی مشتاقین کے لئے ایک عارضی قیام گاہ تھی۔ جہاں امیرِ لشکر عمرو بن العاص کے لئے ایک خیمہ نصب ہوا۔ ارد گرد صحابہ کرام اور تابعین کی ایک عظیم جماعت نے ڈیرے ڈال دئے۔ رفتہ رفتہ یہی عارضی اقامت گاہ ایک مستقل آبادی بن گئی۔ جو اس وقت "خطۃ اہل الرائی" یعنی اہل علم کا محلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس دوران یعنی ۲۰ھ/بمطابق ۶۴۲ء موسم گرما میں اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔

جامع کی خصوصیات | یہ وہ تاریخی مسجد ہے جس کو پورے براعظم افریقہ میں "اول بیت اللہ" یعنی اول خانہ خدا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسّی صحابہ کرام نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ جس میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔ زبیر بن العوامؓ اور عقبہ بن عامر جیسے بدریین صحابہ بھی شامل تھے۔ غالباً مدینۃ النبی میں مسجد نبوی کو چھوڑ کر کسی غیر ملک میں یہ واحد مسجد ہے جس میں اس کثرت سے صحابہ شریک ہوئے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہاں سے تعلیم و تعلم کی صدائیں بھی بلند ہوئیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اس مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا۔ اور ایک بڑا علمی حلقہ قائم کیا۔ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے اس تسلسل کو باقی رکھا۔ چنانچہ لیث بن سعد کے درس دینے کے علاوہ امام شافعی نے بھی اسی مسجد میں بیٹھ کر اپنے مذہب اور اقوال پر نظر ثانی کی اور آخری عمر میں ایک عظیم حلقہ تلامذہ قائم کیا۔ دینیات اور فقہ کے علاوہ لغت عربی کی خدمت بھی اسی درسگاہ میں ہوئی۔ ادب عربی کے مشہور شاعر ابو تمام (۱۰۰ھ ۲۳۱ھ) نے بھی یہاں درس دیا۔ ابونواس جب مصر آیا تو اس نے بھی اپنا حلقہ یہاں بنایا۔ کافور کے عہد میں

"متنبی" جب مصر میں کچھ وقت کے لئے آئے تو آپ نے بھی نو سال تک اس مسجد میں بیٹھ کر شعر گوئی کی تھی۔ چوتھی صدی ہجری میں فاطمیین نے جب جامعہ ازہر کو شیعہ مذہب کے لئے مرکز بنایا۔ تو اہلسنت والجماعت کی آواز یہاں سے بلند ہوئی۔ اور یہاں سے روافض کا مقابلہ ہوا۔

جامع کی مسافت اور آبادی یہ مسجد اگرچہ زرق برق اشیاء سے نہیں بنائی گئی۔ سنگ مرمر یا پختہ خشت دیوار اور نہ فرش میں استعمال کی گئی۔ ساگوان یا کسی دوسری قیمتی لکڑی سے کام نہیں لیا گیا۔ چوب کاری یا خوبصورت دروازے نہیں بنائے گئے بلکہ "خصبا" یعنی ریتلی زمین پر جگہ ہموار کر کے کھجور کی تقان کی ستون پر کھجور کے شاخوں کی چھت ڈال کر مسجد بنائی گئی۔ صحابہ کرام کی للہیت اور خلوص کی وجہ سے وہی آثار اور نشانات آج تک باقی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کا رقبہ بنیاد رکھتے وقت ۲۵ × ۵ اگز تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی آبادی اور رقبے میں اضافے ہوتے رہے۔ چنانچہ ۵۳ھ/۲/۶۷۲ء میں والی مصر ابن مخلد نے وسعت کا حکم دے کر یہ رقبہ دگنا کر دیا گیا۔ چالیس سال بعد یعنی ۹۳ھ/۷۱۰ء میں اموی حاکم عبدالعزیز بن مروان نے اس مسجد میں مزید وسعت کا حکم دے دیا ایسا ہی ۲۱۲ھ/ ۸۲۶ء میں والیٔ مصر عبداللہ بن طاہر نے خلیفہ مامون کے حکم سے اس وقت کے موجودہ رقبہ کو دوگنا کر دیا گیا۔

اس بار بار اضافے سے مسجد کافی وسیع ہوگئی۔ آج یہ مسجد جس رقبے پر قائم ہے یہ وہی رقبہ ہے جس کے بار بار اضافے ہوتے رہے ایسا ہی آبادی کے لحاظ سے بھی یہ مسجد موقعہ بموقعہ اختیاری یا غیر اختیاری اسباب کی وجہ جدت کی شکار ہوتی رہی۔ مصر میں "آثار قدیمہ" کے مدیر عام عبداللہ العطار کے بیان کے مطابق تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کی آبادی دو دفعہ آگ کا شکار ہوئی۔ پہلی دفعہ عہد طولونیہ میں الحاکم بامر اللہ کے دور میں اس مسجد کو آگ لگ گئی۔ پھر خمارویہ بن احمد بن طولون نے اسے دوبارہ آباد کیا۔ اور دوسری دفعہ ۸۱۷ء میں ایک اور دفعہ پہ اس مسجد کی آبادی آگ میں بدل گئی۔

فاطمی دور کے آخر میں جب یہاں "شاور" وزیر تھا اور عیسائیوں نے قاہرہ پر حملہ کیا تو اس وزیر نے اس وجہ سے آبادی کو آگ لگائی کہ کہیں یہ آبادی مسیحوں کے ہاتھ میں بطور غنیمت نہ چلی جائے۔ دوسری مرتبہ آگ سے مسجد کو بہت نقصان پہنچا۔ اور پھر صلاح الدین ایوبی نے دوبارہ اسے تعمیر کیا۔ بعد ازاں فرانس کے حملہ میں بھی اس مسجد کو نشانہ بنایا گیا۔ اس کے علاوہ موقعہ بموقعہ سلاطین و امرائے مصر نے اپنے اپنے وقت میں اس مسجد کی تزئین و آرائش کی طرف متوجہ ہوتے رہے۔

اخشیدی اور فاطمی ادوار میں اس کے ستونوں پر سونے اور چاندی کا پانی چڑھایا گیا۔ بلکہ فاطمی، ایوبی، مملوکی اور عثمانی ادوار میں امراء و سلاطین جمعۃ الوداع یعنی رمضان المبارک کا آخری جمعہ یہاں آکر پڑھتے تھے۔ کافی مدت

سم جاری رہی ۔ پھر درمیان میں کٹ گئی ۔ موجودہ وقت میں صدر حسنی مبارک نے یہ رسم دوبارہ جاری کر دی ۔

قیام مصر کے دوران یہاں بھی میرا دو دفعہ جانا ہوا ۔ دوسری دفعہ استاد محترم قائدِ جمعیت حضرت مولانا
میع الحق صاحب مرکزی جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام کی معیت میں جب گئے تو مسجد میں کافی لوگوں کو
ڑھتے پڑھاتے دیکھا ۔ مسجد کی آبادی لکڑی کی ہے ۔ قدامت کی وجہ سے بوسیدہ نظر آرہی تھی ۔ بجلی اور پنکھوں کے
نتظامات میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے ۔ چاروں طرف آبادی اور درمیان میں کشادہ صحن ہے ۔ تین اطراف
سے مسجد میں داخلہ کے لئے دروازے ہیں ۔ البتہ قبلہ کی جانب کوئی دروازہ نہیں ۔ بائیں جانب ایک عظیم قبرستان
ہے ۔ مسجد کے اگلے حصہ میں ایک کنواں محفوظ ہے جو تاریخی اعتبار سے بہت پرانا ہے ۔

سلطان حسن کی مسجد | غالباً اپریل کے آخری عشرہ میں ہفتہ کے دن ظہر کے بعد " سلطان حسن کی مسجد " جانا ہوا ۔
سجد قلعہ کے عقب میں واقع ہے ۔ اور اسلامی فنِ تعمیر کی مہتم بالشان یادگاروں میں سے ہے ۔ اگرچہ یہ مسجد ایک
ڈھنگ قلعہ اراضی پر واقع ہے ۔ لیکن قدامت اور مختلف اثرات کے امتزاج کی وجہ سے سیاحوں کی توجہات
مرکز بنی ہوئی ہے ۔ دور سے میں نے دیکھا کہ وزارتِ سیاحت کی چند گاڑیاں سیاحوں کو لاتے ہوئے دروازے پر
و رہی تھیں ۔ اس مسجد کا طول ۱۶۰ میٹر اور عرض تقریباً ستر میٹر ہے ۔ اسکی ابتداء سلطان حسن کے دور ۷۵۷ھ میں
ئی اور تین سال کی قلیل مدت میں یعنی ۷۶۰ھ میں پائیہ تکمیل تک پہنچی ۔ یہ تین سال بغیر کسی ناغہ کے اس پر کام ہوتا
کہا جاتا ہے کہ تین سال کے دوران روزانہ اس پر بیس لاکھ دراہم خرچ ہوتے رہے ۔ سلطان نے مختلف ممالک
ماہرین فنِ تعمیر کو جمع کر کے یہ مسجد بڑے شوق سے بنوائی ۔ اندر جانے کیلئے بڑے دروازے سے جانا پڑتا ہے
دروازے میں قدم رکھتے ہوئے دائیں اور بائیں جانب ایک بڑا نیم در طاق ہے جسکے پیچھے ایک کمرا ہے ۔
کمرے کے بائیں جانب ایک لمبی سرنگ نما قبے دار گزرگاہ ہے جو صحن تک جاتی ہے ۔ صحن سے آگے قبلہ کی
جو برآمدہ بنایا گیا ہے ۔ بلندی اور نقش و نگاری کے اعتبار سے بے نظیر ہے ۔ صحن کے چاروں کونوں پر چاروں
کے مدرسے بناتے گئے ہیں ۔ ہر ایک مدرسہ کے دروازے پر ایک بورڈ آویزاں تھا جس سے یہ نشاندہی ہو
کہ یہ مدرسہ کس مذہب کا ہے ۔ ایک طرف مدرسہ حنفی اور حنبلی جبکہ دوسری جانب مدرسہ مالکی و مدرسہ شافعی
ڈ لگا ہوا تھا ۔ ہر ایک مدرسہ کیلئے الگ الگ انتظامات تھے ۔ دروازے سے داخل ہو کر یہ معلوم ہوا ۔ کہ ہر ایک
میں طلباء کی جملہ ضروریات کا خیال رکھا گیا تھا ۔ پڑھنے کیلئے درسگاہ ، رہنے کیلئے کمرے ۔ کھانے پینے کے علاوہ
کے لئے باقاعدہ جگہیں بنائی ہوئی تھیں ہر ایک مدرسہ چار منزلوں پر مشتمل رہا ۔ تاہم اوپر نیچے جانے کیلئے جو راستہ
یا تھا تنگ ہونے کی وجہ سے اس پر آنا جانا مشکل رہتا ۔ حنفی ہونے کی نسبت سے حنفی مذہب کے مدرسہ میں
کر دیکھا گیا کہ کچھ مرمت ہو رہی تھی ۔ کمروں میں وحشت طاری تھی ۔ اجنبیت کا سماں تھا ۔ چونکہ ہر ایک مدرسہ

سے دوسرے مدرسہ تک آنے جانے کا بھی راستہ تھا۔ اس لئے اوپر آخری چھت پر چڑھ کر دوسری جانب مالکی مدرسہ کے راستہ سے نیچے اترا، مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر جب آس پاس کے نقش و نگار، فن خطاطی کے اعلیٰ نمونے سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ پرکشش شان و شوکت والی اس عمارت پر نظر ڈالی جائے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس مشینری دور میں زمانے کی ترقی کی وجہ سے اگرچہ فلک بوس نفیس و نازک اور خوبصورت عمارتیں بنوائی گئی ہیں۔ لیکن آٹھ سو سال کی یہ قدیم عمارت ذاتی کشش کی وجہ سے زیادہ توجہات کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ مشہور مورخ مقریزیؒ لکھتے ہیں کہ تمام ممالک اسلام میں کوئی مذہبی عمارت اس کے مثل تعمیر نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس دعویٰ کو قبول کرنا بعید از عقل ہے۔ لیکن پھر بھی مقریزی جیسے مشہور مورخ کی یہ بات اس مسجد کی اہمیت اور کاریگری کیلئے بڑی دلیل ہے۔

جامع ابن طولون | اکثر مقامات کی زیارت کی سعادت ایک بار انفرادا اور دوسری بار استاد محترم کی رفاقت میں نصیب ہوئی۔ لیکن جامع ابن طولون کو اس سے پہلے میں نہیں گیا تھا۔ ٹیکسی والے نے مہربانی کر کے ۱۶ر جون کو جامع عمرو بن العاص کی زیارت کے بعد یہاں پہنچایا۔ یہ مسجد مصر کے قدیم ترین مساجد میں سے ہے۔ مسجد کی ظاہری خصوصیت یہ ہے کہ اس کا نقشہ وہی رکھا گیا جو مسجد حرام کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲۶۳ھ یعنی قاہرہ کی آبادی سے ایک صدی قبل احمد ابن طولون نے جبل یشکر کی ایک باہر کو نکلی ہوئی چٹان پر نئی مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔

مسجد کے اندرونی احاطے سے قبل مسجد ایک دوسرے مستطیل احاطے میں محدود ہے۔ بیرونی احاطہ اندرونی احاطے سے ۱۹ میٹر عرض چھوڑ کر بنوایا گیا ہے۔ بیرونی دیواریں اصل مسجد کی دیواروں سے نیچے ہیں۔ اردگرد کا یہ خارجی احاطہ تقریباً مربع ہے جس کا طول ۱۶۲ میٹر اور عرض ۶۸ء ۱۶۲ میٹر ہے۔ جبکہ خود مسجد مستطیل شکل میں محدود ہے جسکا اندازہ تقریباً ۱۲۲،۲۶ × ۱۳۳،۱۴۰ میٹر ہے۔ اردگرد چاروں طرف دالانین بنائی گئی ہیں اور درمیان میں ایک عظیم صحن ۹۲ مربع میٹر کی شکل میں موجود ہے۔ قبلہ کی جانب دالان میں پانچ صفوں اور دوسرے دالانوں میں دو دو صفوں کی گنجائش ہے۔ اصل مسجد تک سترہ بڑے اور دو چھوٹے دروازے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں چار دروازے مشرقی جانب یعنی قبلہ کی دیوار میں ہیں جن میں سے ایک دروازہ اس کمرے میں کھلتا ہے۔ جو محراب کے عقب میں واقع ہے۔ مسجد کی مجموعی کیفیت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی احاطہ بندی کی وجہ سے بوقت ضرورت یہ مسجد ایک مضبوط حصار اور قلعہ کا کام بھی دیتی، بڑے دروازوں کے بند کرنے کے بعد کسی غیر کو اندر آنے کی جرأت نہ ہوتی جسکی وجہ سے ایک پناہ گاہ سمجھی جاتی۔ مسجد کے دروازوں کی نقش و کاریگری، دریچوں اور دروازوں کے ڈاٹ دالانوں کے ارد گرد دیواروں میں تناسب، و توازن کی برقراری مسلمانوں کی فن تعمیر میں مہارت اور سبقت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی اگرچہ نمازیوں کے اعتبار سے یہ مساجد غیر آباد ہیں۔ جدت پسندی کی وجہ سے نمازیوں کی تعداد جدید مساجد میں زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن سیر و سیاحت کی غرض سے ان قدیم مساجد میں مسلم اور غیر مسلم سیاحین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

(جاری)

مولانا عبدالعزیز مظاہری ایم اے

عربوں کے اوہام و تخیّلات

سرزمین عرب اسلام کا سورج طلوع ہونے سے قبل کفر و جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی اوہام و تخیّلات، کا دور دورہ تھا اور علم و ایقان کی روشنی کی ایک کرن بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ جب اسلام کا نور چمکا اور عرب کا گوشہ گوشہ اس کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اٹھا تو اس وقت بھی مکہ معظمہ میں لکھنے پڑھنے کی معمولی شُدبُد رکھنے والے افراد انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے اور تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بہت کم تھی۔

قبل اسلام جہاں عربوں میں سخاوت، شجاعت، پاسِ عہد اور دوسرے اچھے اوصاف پائے جاتے تھے وہاں ان میں قتل و غارت، شراب نوشی، قمار بازی اور اوہام پرستی جیسی برائیاں بھی موجود تھیں۔ عام زندگی میں ان کے ہاں جو اوہام و تخیلات راسخ تھے ان کا ذکر علامہ ابن ابی الحدید نے اپنی مشہور کتاب شرح نہج البلاغۃ جلد ۱۹ میں بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ جو ۴۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سے بعض توہمات کا ذکر قارئینِ الحق کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

بارش سے متعلق جب بارش نہ ہوتی اور ملک خشک سالی کی زد میں ہوتا تو عرب دو درختوں (سلع اور عشیر) کی سوکھی لکڑیوں کا ایک گٹھا بنا کر اسے ایک گائے کی دُم کے ساتھ باندھ دیتے تھے اور انہیں آگ دکھا کر گائے کو پہاڑ کی بلندی کی طرف ہانک دیا جاتا۔ آگ بھڑکنے پر گائے گھبرا کر بھاگ پڑتی اور یہ بھی گائے کے پیچھے پیچھے دوڑتے اور بارش کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ آگ بھڑکانا تفاول کے طور پر ہوتا تھا کہ اس طرح آسمان پر بجلی چمکے اور مینہ برسے۔ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

شَفَعْنَا بِبَیْقُوْرٍ اِلٰی هَاطِلِ الحَیَا ۔۔۔ فَلَمْ یُغْنِ عنّا ذَاكَ بَلْ زَادَ نَاجَدْبَا

ہم نے بارش لانے والے خدا کے سامنے گائے کو سفارشی بنا کر پیش کیا مگر اس سے ہمیں کچھ نہ ملا بلکہ خشک سالی میں مزید اضافہ کر گیا۔

نَعُدْنَا اِلٰی رَبِّ الحَیَا فَاُجَادَنَا ۔۔۔ وَصَیَّرَ جَدْبَ الارضِ مِنْ عِندِهٖ خِصْبًا

پھر ہم نے بارش برسانے والے رب کی طرف رجوع کیا تو اس نے ہمیں پناہ دی اور اپنی طرف سے خشک زمین کو سرسبز و شاداب بنا دیا۔

دوسرے شاعر کا قول ہے ؎

یا کحل قد اثقلت اذناب البقر		بسلع یعقد فیہا و عشر

اے کحل تونے گائے کی دُم میں سلع اور عشر کی لکڑیاں باندھ کر اسے بوجھل کر دیا ہے

اس سلسلے میں وہ مزید لکھتا ہے کہ ہر قوم اپنی تہذیب و تمدن کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے ضرور دوسری اقوام کی خوشہ چینی کرتی ہے اور ان کی تہذیب اور تمدن کے کچھ اجزاء کو اپنا لیتی ہے۔ عربوں میں گائے کے تقدس کا تصور بھی ہندوستان سے درآمد ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہندو گائے کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں ان کا پیشاب پیتے ہیں اور اس کا گوبر علاج کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ بارش کے لئے گائے کا انتخاب بھی اسی تقدس اور تبرک کی وجہ سے ہو۔

گائے کے بارے میں عربوں میں یہ خیال بھی عام تھا کہ اگر گائے گھاٹ سے پانی پینے سے انکار کر دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنات اس کو گھاٹ میں پانی پینے سے روک رہے ہیں۔ اس وقت وہ بیل کو مار مار کر آگے لے جاتے اور پھر گائے خود بخود اس کے پیچھے پانی میں اتر جاتی تھی۔ بیل کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ تھا کہ اس کے سینگوں پر شیطان سوار ہوتا ہے۔

نہشل کا شعر ہے ؎

کذلک الثور یضرب بالہراوی		اذا ما عافت البقر الظماء

اسی طرح بیل کو لاٹھیوں سے مارا جاتا ہے		جب پیاسی گائے پانی پینے سے انکار کرتی ہے

مارگزیدہ کے متعلق عرب مارگزیدہ کو لدیغ نہیں کہتے بلکہ تفاؤلاً اسے سلیم کہتے ہیں ان کا طریقہ تھا کہ مارگزیدہ کے اعضاء کے ساتھ گھنگھرو، جھنجھنے اور جھنکار والے زیورات باندھ دیتے تھے تاکہ ان کی آوازوں اور جھنکار سے مارگزیدہ بیدار رہے اور اس پر غنودگی کی حالت میں زہر مارگزیدہ کے تمام بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے۔

کانی سلیم نالہ کلم حیۃ		تری حولہ حلی النساء مرصعا

گویا میں مارگزیدہ ہوں جسے سانپ نے ڈسا ہو		اور تم اس کے ارد گرد عورتوں کے زیورات دیکھ رہے ہو

جمیل نے بثینہ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

اذا ما لدیغ ابرأ الحلی داءہ		فحلیک امسی یا بثینۃ دائیا

اے بثینہ! جب دوسرے مارگزیدہ زیورات سے اچھے ہو جاتے ہیں۔ تو تمہارا زیور میرے لئے بیماری بن چکا ہے۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

کأنی سلیم سهّد الحلی عینهٗ فراقبَ من لیل التمام کواکبا

گویا میں مار گزیدہ ہوں جسے زیورات نے سونے نہیں دیا - اور وہ تمام رات ستارے گنتا رہا

اونٹوں کے متعلق | جب کسی کے پاس اونٹوں کی تعداد بڑھ کر ایک ہزار تک پہنچ جاتی تو وہ انہیں نظر بد سے بچانے کے لئے ایک جوان اونٹ کی آنکھ پھوڑ دیتا کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اس کی آنکھ پھوڑنے سے دوسرے اونٹ نظر بد سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

ایک شاعر نے کہا ہے:

اعطیتها الفًا ولم تبخل بها نَفَقات عین فَحیلها مُعتا فا

تم نے ایک ہزار اونٹ بخشنے میں بخل نہیں کیا پس تم ان میں سے جوان اونٹ کی آنکھ پھوڑ دی

بلیّہ | جب کوئی معزز آدمی یا سردار مر جاتا تو اس کی سواری کی اونٹنی یا اونٹ کو اس کی قبر پر لے جا کر اس طرح باندھ دیتے کہ اس کا منہ پیچھے کی طرف مڑ جاتا۔ اسے وہ بلیہ کہتے تھے بلیہ کو کبھی کسی گڑھے میں ڈال دیتے اور وہ بھوکی پیاسی مر جاتی تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مرنے والے کی سواری ہے اور وہ قیامت کے دن اٹھ کر اسی پر سوار ہو گا۔

عُویم نبہانی نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی۔

اُبنیّ لاتنسی البلیّة انها لابیك یوم نشوره مرکوب

اے بیٹے! بلیہ کو نہ بھول جانا کیونکہ یہ قیامت کے دن تیرے باپ کی سواری ہو گی۔

عربوں میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ اگر کوئی اونٹنی بدک کر بھاگ جائے تو اس کے سامنے اس کی ماں کا نام لو تو فوراً رک جائے گی۔

ایک شاعر نے کہا ہے۔

فقلت له ما اسم امهات فادعُها تُجبك ویسکن روعها ونفادها

میں نے اپنے غلام سے کہا کہ اس اونٹنی کی ماں کا کیا نام ہے۔ اسی سے پکارو۔ تمہاری بات مان لے گی اور اس کا خوف و ہراس جاتا رہے گا۔

خوف کا علاج | عرب جب کسی ایسی بستی میں داخل ہوتے جہاں انہیں بیماری یا جنات کا ڈر ہوتا تو وہ شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر گدھے کی طرح رینگنا شروع کر دیتے اور اسے تعشیر کہتے تھے اس کے علاوہ وہ دروازے پر خرگوش کے ٹخنے کی ہڈی کو بھی لٹکا دیتے تھے یہ گویا ان کے لئے امام ضامن کا روپیہ تھا۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

ولا ینفع التعشیران حمّ واقع ولا زعزعٌ ولا کعب ارنبه

جب کسی واقعہ کے پیش آنا مقدر ہوتا ہے تو نہ گدھے کی طرح رینگنا فائدہ دیتا ہے اور نہ بھاگنے اور خرگوش کی ہڈی لٹکانے سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح جب کسی صحرا اور بیابان میں رات بسر کرتے تو جنات اور آسیب سے بچنے کے لئے اونٹنی اور سازو سامان کے گرد ایک لکیر کھینچ کر حصار بناتے اور پھر کہتے کہ:

"میں اس وادی کے مالک کی پناہ میں آتا ہوں"

ایک شاعر کا شعر ہے۔

قد بتُّ ضیفاً لعظیم الوادی المانعی من سطوۃ الاعادی

راحلتی فی جارہٖ وزادی

میں نے اس وادی کے سردار کا مہمان بن کر رات گذاری جو مجھے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ میری سواری اور میرا سازوسامان اس کی پناہ میں ہے۔

بیوی کی پاک دامنی | عربوں کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص لمبے سفر پہ گھر سے نکلتا تو وہ ایک دھاگا لے کر کسی درخت کی ٹہنی یا اس کے تنے کے ساتھ باندھ دیتا۔ جب وہ واپس گھر لوٹ آتا تو سب سے پہلے وہ اس دھاگے کو دیکھتا۔ اگر دھاگا اسی طرح بندھا ہوا ہوتا تو اسے اپنی بیوی کی پاک دامنی کا یقین آجاتا اور اسے اطمینان ہوجاتا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی اور اگر دھاگا کھل گیا ہوتا یا سرے سے غائب ہوتا تو پھر وہ سمجھتا کہ اس کی بیوی اس کی غیر موجودگی میں پاک دامن نہیں رہی اس دھاگے کو وہ رتم کہتے تھے۔

ایک شاعر نے کہا ہے۔

خانتہ لمّا رات شیباً فی مفرقہٖ وغرّہٗ حلفہا والعقد للرّتم

اس کی بیوی نے اس کے ساتھ اس وقت خیانت کی جب اس نے اس کے سر میں سفید بال دیکھے اور وہ بیوی کی قسم اور دھاگا باندھنے سے دھوکا کھاتا رہا۔

یہ دھاگا بخار کے لئے بھی باندھا جاتا تھا ان کا عقیدہ تھا کہ جو شخص بھی یہ دھاگا کھولے گا تو بخار والے کا بخار اسے لگ جائے گا۔

حللت رقیمۃ فمکثت شہراً أکابد کل مکروہ الدّواء

میں نے بخار کا دھاگا کھولا تو خود ایک مہینہ بستر پہ پڑا رہا اور ناگوار دوائیاں پیتا رہا۔

(ہمارے ہاں بھی عورتیں مزارات پہ جاکر اُگی ہوئی گھاس میں ایک ہاتھ سے گرہیں لگاتی ہیں اسی طرح ان کے خیال میں ان کی مرادیں پوری ہوجاتی ہیں)

پاؤں کا سُن ہوجانا | عربوں میں یہ دستور تھا کہ جب کسی کا پاؤں سُن ہوجاتا تو اسے کہا جاتا کہ کسی محبوب ترین شخص کا نام لے لو یا اس کا دھیان کرو۔ اس طرح پاؤں ٹھیک ہوجاتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان کا پاؤں سُن ہوگیا تو کسی نے کہا کہ آپ کسی محبوب ترین شخص کا نام لے کر پکاریں انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ!

وأنت لعيني قرة حين نلتقي — وذكرك يشفيني اذا خدرت رجلي

جب ہم ملتے ہیں تو تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے — اور تجھے یاد کرنے سے میرا خوابیدہ پاؤں ٹھیک ہوجاتا ہے

لیلیٰ بھی مجنوں کے نام کو اس مقصد کے لئے استعمال کرتی تھی اس کی ایک سہیلی ہند نے بطور طنز کہا تھا۔

اسم الحبيب عندنا — تذكره عند الخدر

ہاں! ہم محبوب کے نام کو پاؤں سُن ہونے پر یاد کرتے ہیں۔

بارِ خاطر مہمان | جب کسی کے ہاں ایسا مہمان آجاتا جس کا آنا میزبان کو ناگوار ہوتا تو اس کے چلے جانے کے بعد صاحب خانہ ہانڈی وغیرہ توڑ دیتا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ ایسا کرنے سے مہمان دوبارہ اس گھر میں نہیں آتا۔ مگر ایک شاعر کا تجربہ کچھ الٹا پڑ گیا اور اسے کہنا پڑا۔

كسرنا القدر بعد ابي سواح — فعاد وقدرنا ذهبت ضياعا

ہم نے ابو سواح کے پیچھے ہانڈی توڑی کہ وہ نہ آئے۔ مگر وہ پھر آگیا اور ہماری ہانڈی مفت میں ضائع ہوگئی

اس کے برعکس دوسرا شاعر اپنی مہمان نوازی پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

ولا نكسر الكيزان في اثر ضيفنا — ولكننا نقفيه زادا ليرجعا

ہم اپنے مہمان کے پیچھے صراحیاں نہیں توڑتے بلکہ ہم اسے زادِ راہ بھیجتے ہیں تاکہ وہ دوبارہ ہمارے پاس آئے۔

شب کوری کا علاج | شب کوری میں انسان کو رات کے وقت کچھ نظر نہیں آتا۔ عرب اس بیماری کو "ہُدبد" (کھٹا ہوا دودھ) کہتے تھے اس کے علاج کے لئے اونٹ کے کوہان اور کلیجے کا کچھ حصہ لے کر بھون لیتے اور پھر کھاتے وقت سر لقمے سے پہلے شہادت کی انگلی اوپر کی پلکوں پر پھیرتے اور اس کے ساتھ یہ اشعار پڑھتے۔

فيا سنا ما وكبد — ألا اذهبا بالهدبد

ليس شفاء الهدبد — ألا السنام والكبد

اے کوہان اور کلیجی شب کوری کو دور کر۔ شب کوری کے لئے کوہان اور کلیجی کے سوا کوئی دوسرا علاج نہیں ہے

بہار، رنگا رنگ پھولوں، شاداب چہروں اور بیدار آنکھوں کا موسم پھر بھی کچھ چہرے بے آب اور کچھ آنکھیں بے رونق کیوں؟

موسم بہار میں چہار سو نئی کونپلیں اور تازہ پھول کھل اٹھتے ہیں اور روئے زمین پر زندگی انگڑائی لے کر جاگ اٹھتی ہے۔

اس موسم بیدار میں صحت بخش خون چہروں پر حسن بن کر جھلک اٹھتا ہے اور آنکھوں میں ایک نئی چمک پیدا کر دیتا ہے۔

لیکن اگر خون میں فاسد مادے سرایت کر جائیں تو پھوڑے پھنسیوں، مہاسوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس سے چہرے بے آب اور آنکھیں بے شباب نظر آتی ہیں۔

بہار کے موسم میں صافی کا باقاعدہ استعمال فاسد مادوں کو خارج کر کے خون کو صاف اور صحت بخش رکھتا ہے اور یہی صاف خون چہروں پر حسن بن کر جھلک اٹھتا ہے۔

جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ

صافی

سے خون صاف، چہرہ شاداب

ہمدرد

ہم خدمت خلق کرتے ہیں

آواز اخلاق
اگر تمہارا ظاہر و باطن یکساں ہے تو تم قابل قدر انسان ہو

Adarts

HSF 1/84

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی
مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

تعارف و تبصرۂ کتب

عالم اسلام کے علمی مرکز "دارالعلوم دیوبند" کے شہرۂ آفاق ماہنامہ دارالعلوم نے جنوری ۱۹۸۰ء کے شمارہ میں موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کی مطبوعہ کتاب "دفاع امام ابوحنیفہؒ" پر مفصل تبصرہ و تعارف شائع کیا ہے۔ ہم مدیر دارالعلوم مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی کے شکریہ کے ساتھ ان کی یہ گراں قدر تحریر افادۂ عام کے پیش نظر نذر قائین کر رہے ہیں۔

"ادارہ"

مولانا عبدالقیوم حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ممتاز فاضل اور کامیاب استاذ ہونے کے علاوہ موتمر المصنفین کوڑہ خٹک کے رفیق بھی ہیں۔ موصوف درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف اور بحث و تحقیق کا بھی ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے مقالات پاکستان کے علمی و دینی جرائد میں چھپتے رہتے ہیں۔ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں بھی کئی ایک مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب موصوف کی سات سالہ محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب "دفاع امام ابوحنیفہ" تیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے وطن کوفہ کی علمی مرکزیت، حضرات صحابہؓ کا اس سے تعلق، امام صاحب کی تعلیم و تحصیل کی سرگذشت بعض حضرات صحابہؓ سے ان کی ملاقات اور ان سے اخذ حدیث و شرف تلمذ کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم پر بحث کی گئی ہے نیز فقہ حنفی کو موافق بالحدیث ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔ تیسرا باب امام صاحب کے درس و افادہ، تلامذہ و مستفیدین اور آپ کے درس کی شہرت و مقبولیت کے تذکرے کیلئے مخصوص ہے۔

چوتھے باب میں امام صاحب کی محدثانہ جلالت شان، اخذ روایت میں ان کے حزم و احتیاط اور قبول حدیث میں ان کی مقرر کردہ شرائط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی باب میں امام صاحب کے بارے میں ائمہ حدیث کے آراء و اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں۔ جن سے علم حدیث میں امام صاحب کی عبقریت کا پتہ لگتا ہے۔ پانچویں باب میں امام صاحب کے اوپر سے قلت حدیث کے اعتراض کو قوی دلائل سے دفع کیا گیا ہے۔ چھٹے اور ساتویں باب میں امام صاحب کی تصانیف، ان کی افادیت و اہمیت بالخصوص "کتاب الآثار" پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ ازیں امام صاحب کے اہم ترین اور محیر العقول کارنامہ تدوین فقہ اسلامی پر بھی شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں ابواب بطور خاص قابل مطالعہ ہیں۔ آٹھویں باب میں امام صاحب کے تبحر علمی، ان کی ذہانت و فطانت، نکتہ رسی، دقیقہ سنجی،

حسن اخلاق اور کریم النفسی کو واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ نویں باب میں امام صاحب کے مجاہدہ و ریاضت، ورع و تقویٰ، توکل و استغناء، تواضع و انکساری، شفقت علی الخلق اور انسانی مروت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی ذیل میں دیگر فقہائے احناف کے سیرت و کردار کے نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں۔

دسواں باب امام صاحب کی وصایا اور نصائح پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے اپنے بعض تلامذہ مثلاً امام ابو یوسف اور یوسف بن خالد سمتی وغیرہ کو زبانی یا تحریری کی تھیں جن میں سربراہِ مملکت کے ساتھ اہلِ علم کا رویہ، شہری آداب، ازدواجی آداب، معاشرتی آداب، مجلسی آداب، زندگی گذارنے کے طریقے، تزکیۂ نفس اور نیک و بد کی پہچان، فرقِ مراتب و ادائے حقوق وغیرہ کے سلسلے میں گرانقدر ارشادات و نصائح ہیں۔

گیارہواں باب ۱۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں امام صاحب کے نظریہ انقلاب اور سیاسی مسلک کو بڑی تحقیق و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس میں امام صاحب کے تیار کردہ سیاسی لائحہ عمل، قانون کی بالادستی، احترامِ امت اور جبر و ظلم کے مقابلے میں ان کی استقامت و پامردی اور حق کی حمایت و نصرت وغیرہ امور پر سیر حاصل بحث ہے۔ درحقیقت یہ باب کتاب کی جان ہے۔ اور بجائے خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

بارہویں باب میں قیاس و اجتہاد کی شرعی و آئینی حیثیت، حدیث و قیاس کا تلازم، قیاس و رائے کے رہنما اصول وغیرہ پر تفصیلی اور مدلل بحث کی گئی ہے۔ اسی ضمن میں امام صاحب کو اہل رائے کہہ کر ان پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ اور ان بیجا اعتراض کرنے والوں کی علم و عقل سے تہی دستی و بے مائگی کو ظاہر کیا ہے۔ یہ باب بھی دیگر ابواب کے مقابلے میں مفصل ہے۔

تیرہویں اور آخری باب میں تقلید کی ضرورت و اہمیت، اجتہادِ مطلق کی شرعی حیثیت، تقلید شخصی کے وجوب، عدم تقلید کی مضرت اور بیجا توسع کی مذمت پر بحث کی گئی ہے۔ اسی ضمن میں پاکستان کے مشہور صاحبِ قلم و صحافی ڈاکٹر اسرار احمد کے نظریہ نیم تقلید کی بحث بھی آگئی ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے اس جدید فلسفہ کو تعلیماتِ اسلامی کی روح و مزاج کے خلاف بتایا گیا ہے۔ آخر میں کتابیات کے عنوان سے مآخذ و مصادر کی طویل فہرست دی گئی ہے جن میں ۱۰۷ کتابیں اور ۵ رسالے ہیں۔ اس فہرست سے مؤلف کی تلاش و جستجو اور محنت و کاوش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بلاشبہ کتاب اپنے موضوع پر جامع مستند اور کتابیات کی دنیا میں ایک قابلِ ذکر اضافہ ہے۔ کتاب اپنے مستند مواد اور صحیح نقول کی جامعیت کے لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔ اور یقین ہے کہ اہلِ علم کے حلقہ میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ تقطیع متوسط۔ کاغذ عمدہ۔ کتابت و طباعت قابلِ تعریف۔ ٹائیٹل خوش رنگ، دیدہ زیب۔ ضخامت ۳۵۲ صفحات۔ قیمت ۴۵/- روپے۔

ٹی سی پی
ایک کامیاب بین الاقوامی رابطہ
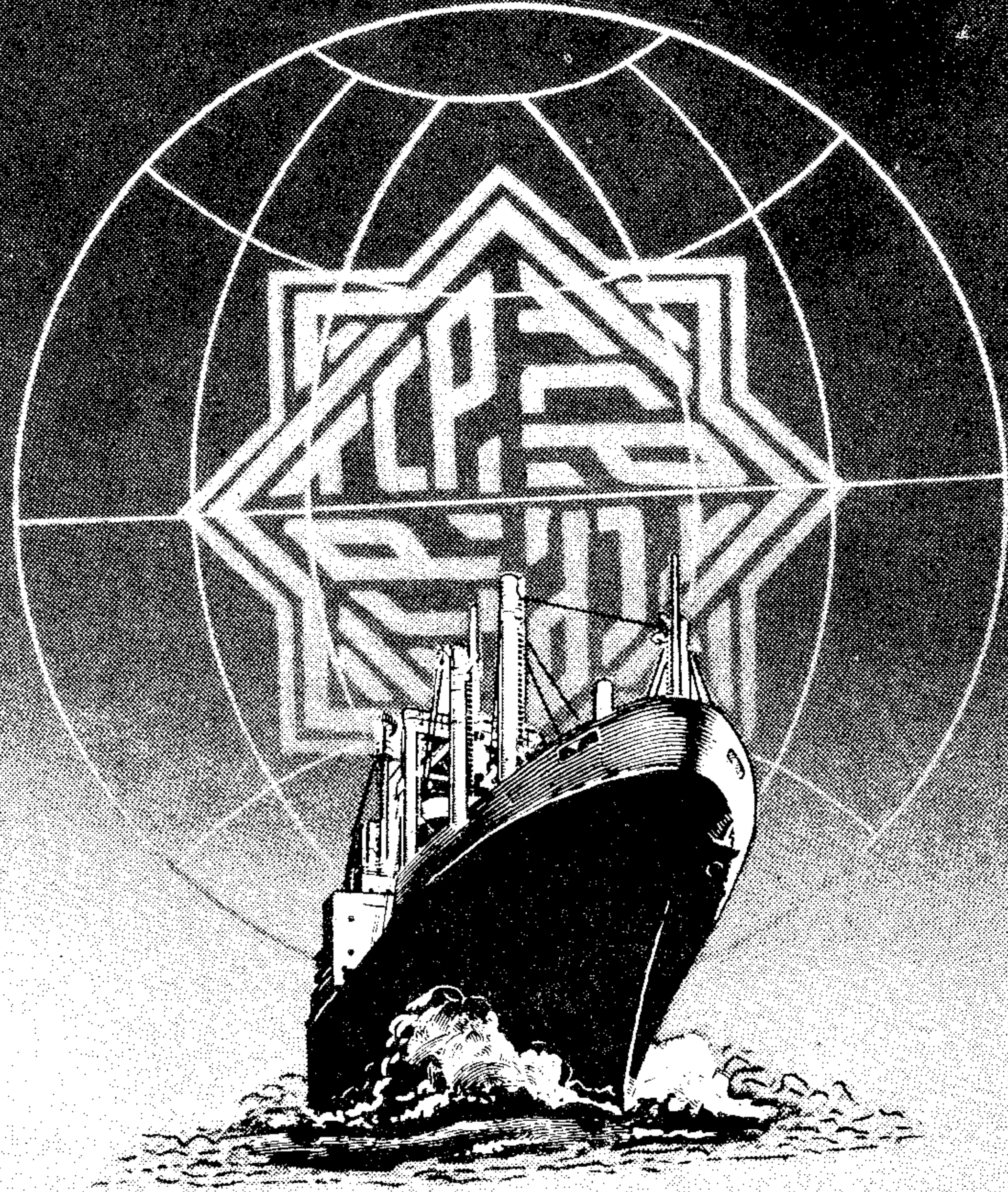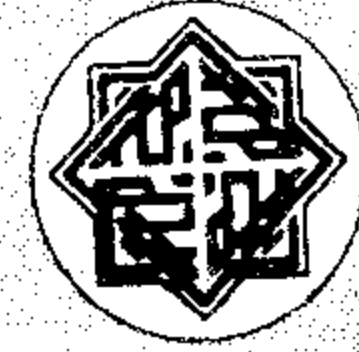
دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
KGI
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان ——— حسن ابدال
فیکٹری آفس: ۱۰۰- بارسے اسٹریٹ صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳- ایبٹ روڈ، لاہور
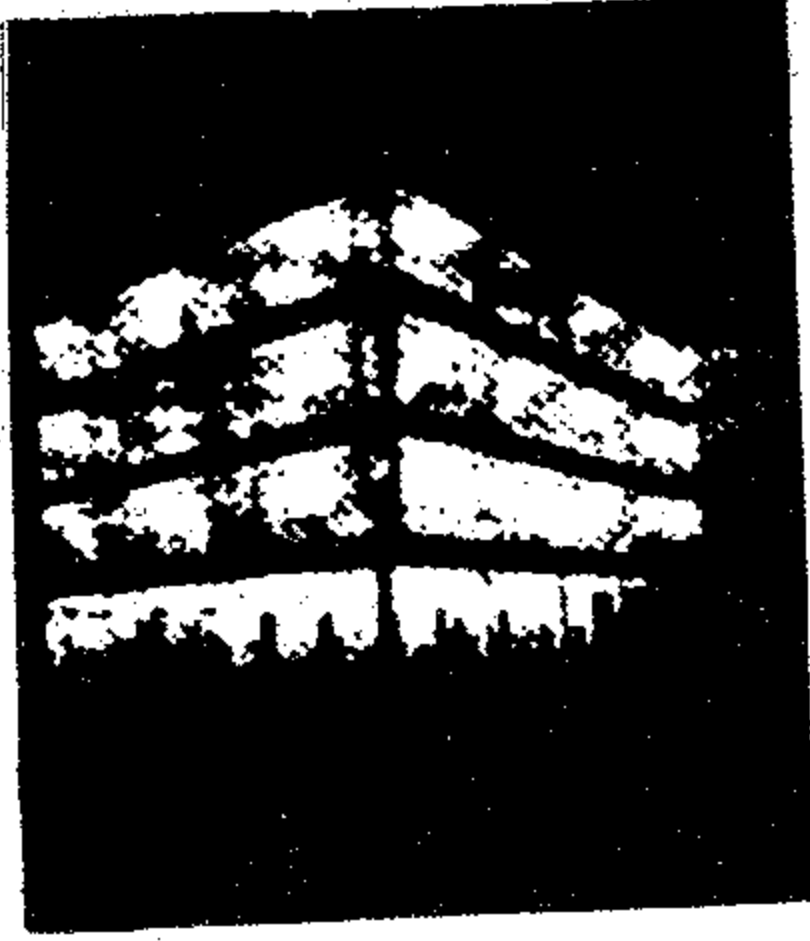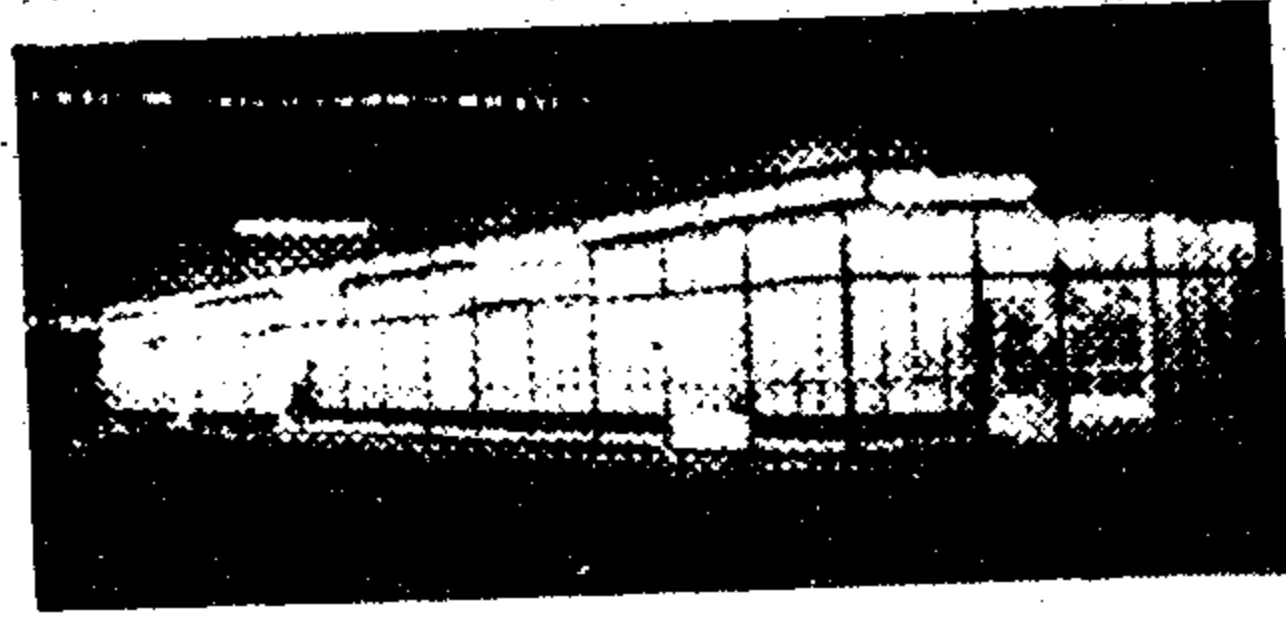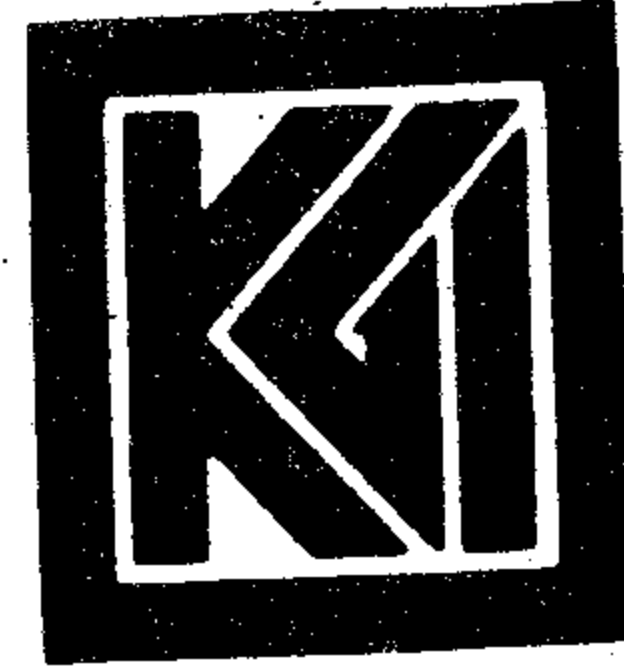
ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ،
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
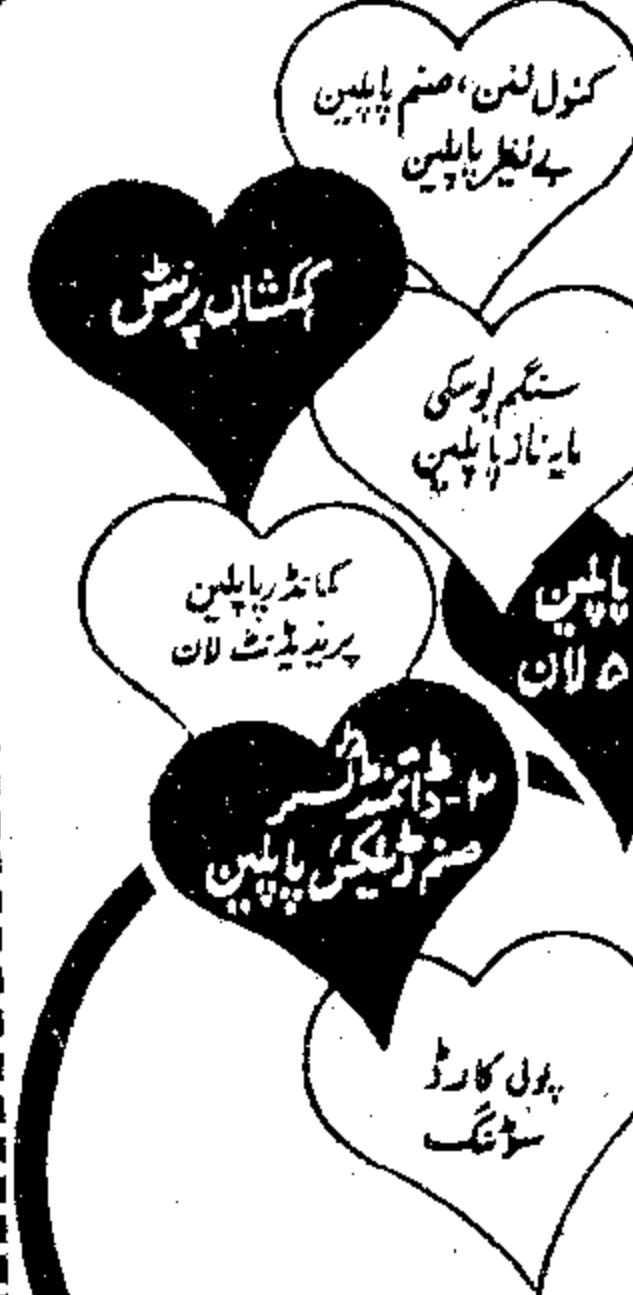
کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
کہکشاں پرنٹس
سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
۲- ڈائمنڈ ٹسر
صنم ڈیلکس پاپلین
پول کارڈ
سوٹنگ
دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں،
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی،
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات،
شہر کی ہر بڑی دکان پر،
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
SOHRAB
سہراب

حکومت پاکستان دفتر چیف کنٹرولر درآمدات و برآمدات ۔ اسلام آباد ۳۰/۳/۸۷

امپورٹ ٹریڈ کنٹرول

پبلک نوٹس

عنوان پاک ترکی کریڈٹ کے تحت ائٹموں کی درآمد

نمبر ۸۷/۲/امپورٹ ۔ I بحوالہ جاریہ دفتر ہذا پبلک نوٹس نمبرا (۱) ۸۷ ۔ درآمد ۔ I مورخہ ۲۹/۳/۸۷ جملہ امپورٹر حضرات کی اطلاع کیلئے یہ مشتہر کیا جاتا ہے کہ درآمدی لائسنس برائے ٹی ایس پی اور ڈی اے پی کھاد جو سیریل نمبر ۱۳ پر مندرجہ بالا پبلک نوٹس میں شائع ہوا ۔ درآمدی پالیسی آرڈر ۱۹۸۷ کی پروویژنز کے مطابق "پہلے آئے پہلے پائے" کی بنیاد پر جاری کیا جائے گا ۔

لہٰذا خواہشمند امپورٹر حضرات سے استدعا ہے کہ وہ اپنے درآمدی لائسنس برائے ٹی ایس پی ۔ اور ڈی اے پی کھاد اپنے اپنے نامزد بنکوں کی وساطت سے ۲٪ مجوزہ درآمدی لائسنس فیس کے ساتھ فوری طور پر متعلقہ لائسنسنگ کاؤنٹرز پر پیش کر دیں ۔

سعد اللہ ملک ڈپٹی کنٹرولر
برائے چیف کنٹرولر درآمدات و برآمدات
فائل نمبرا (۱)/85 پی آر

PID (1) 4840/12

(پاکستان میں تشکیل شدہ)
قائم شدہ ۱۹۴۱

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیمؑ کے
کھڑے ہونے کی جگہ ہے، جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا
اُس نے امن پالیا۔ اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس
گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔

سورۃ آلِ عمران۔ ۹۷

حبیب بینک لمیٹڈ

PID (Islamabad)

manhattan International

انویسٹمنٹ بینکنگ کے وسیع تجربے اور برسوں کی کامیاب کارکردگی کے ساتھ آئی سی پی
حسب ذیل سہولتیں فراہم کرتی ہے۔

- صنعتی منصوبوں کی جلد تکمیل کے لئے مقامی کرنسی میں قرضہ کی فراہمی۔
- نفع/نقصان میں شراکت کی بنیاد پر حصص کے کاروبار میں سرمایہ کاری کے مواقع۔
  (خاص طور سے بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے لئے)
- حصص میں سرمایہ کاری کے لئے باہمی فنڈ کی سیریز — مشترکہ سرمایہ کاری
  کے ذریعہ سود سے پاک منافع۔

ہمارا تجربہ اور مہارت آپ کی خدمت کے لئے وقف

تفصیلات کے لئے ہمارے دفاتر سے رجوع فرمائیں

انویسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان

منافع بخش سرمایہ کاری کا وسیع تجربہ

کراچی	لاھور	راولپنڈی	پشاور	کوئٹہ	فیصل آباد	ملتان	حیدرآباد	اسلام آباد
۲۳۲۹۹۱	۳۰۵۴۲۹	۶۸۰۹۷	۷۴۹۵۷	۷۱۶۸۴	۳۱۸۷۴	۴۴۶۷۶	۲۶۶۷۶	۸۱۱۳۲۲
(۳ لائنیں)	۳۰۵۴۳۹	۶۵۱۲۱	۷۴۷۵۸	۷۵۳۸۰	۳۱۶۹۰	۳۱۵۷۱		۸۱۱۳۲۳
۲۳۹۸۳۸	۳۰۱۳۴۲۰۳	۶۵۸۶۹	۷۴۷۵۷					۸۱۱۷۱۴
۲۲۵۸۶۱	۳۰۵۴۱۵۰۶	۶۷۶۰۸						۸۱۱۷۱۶
(۱۰ لائنیں)	۳۰۲۸۳۹	۶۸۰۹۸						

PID - Islamabad, ICP - 2.- 86 .RR

PARAGON
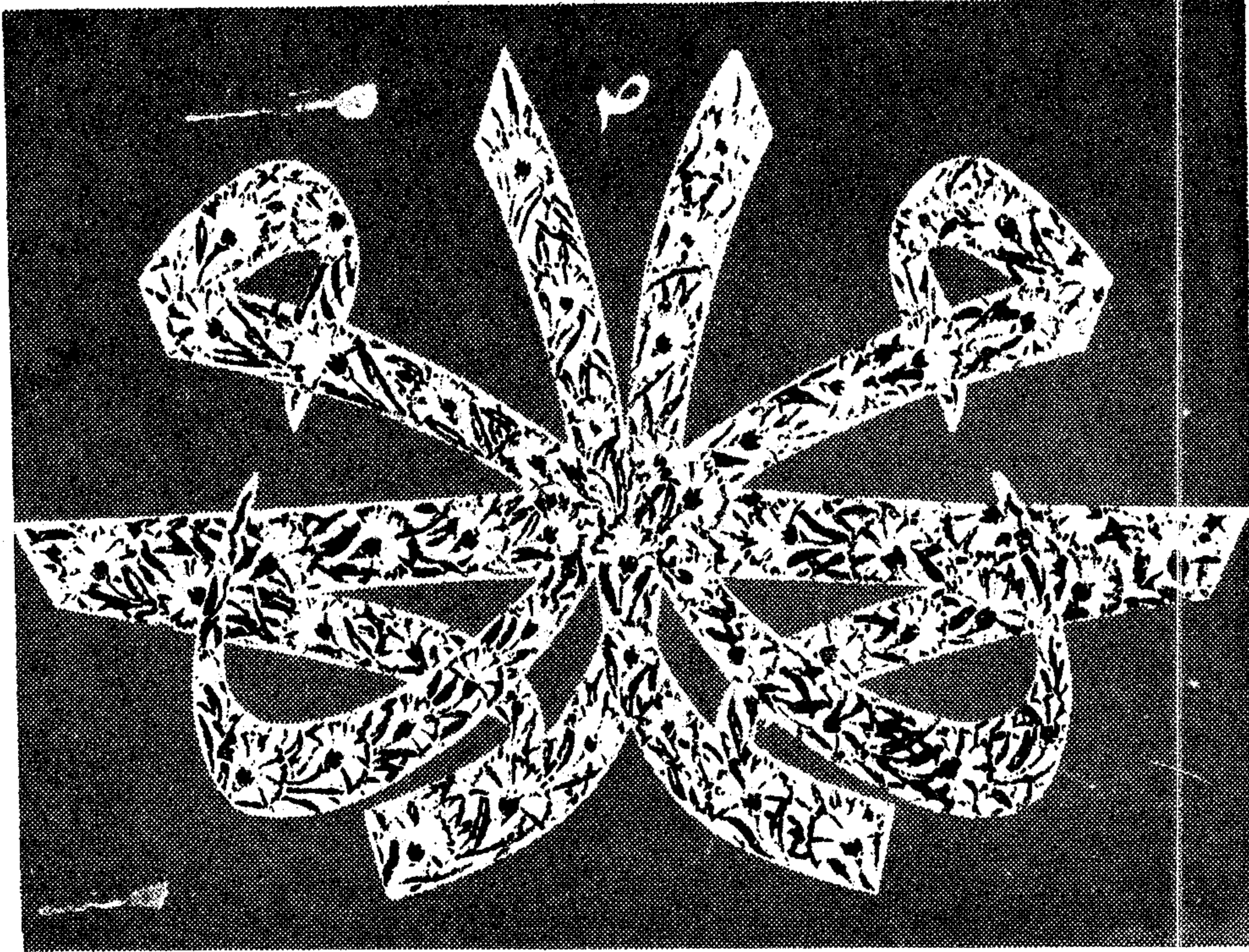
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (الاحزاب۔ آیت ۴۵)

O Prophet ! Lo ! We have sent thee as
a witness and a bringer of good tidings and a warner. 45

کیا اہم شخصیّتیں بے نام و پتہ بھی ہو سکتی ہیں؟

جی ہاں

این آئی ٹی بیئرر یونٹ کے خریدار

جن کا نام پتہ نہ ہم جانتے ہیں نہ پوچھتے ہیں تاہم اس سے ان کی اہمیّت کسی طرح کم نہیں ہوتی ۔ اسلئے کہ این آئی ٹی بیئرر یونٹ کے خریداروں کو شناخت کی کوئی ضرورت نہیں ۔

آپ بھی این آئی ٹی بیئرر یونٹ بغیر کسی لکھت پڑھت کے خرید سکتے ہیں ۔ منافع حاصل کرنے کے لیے یونٹ سرٹیفکیٹ بمع منسلک کوپن پیش کریں اور کوپن کے عوض نقد رقم وصول کریں ۔ بوقتِ ضرورت این آئی ٹی بیئرر یونٹ بآسانی بھنائے جا سکتے ہیں ۔

این آئی ٹی بیئرر یونٹ،
سرمایہ کاری کی آسان ترین صورت

این آئی ٹی سرمایہ کاری کا قابلِ اعتماد ادارہ
نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ
(امانیہ قومی سرمایہ کاری)

کراچی ۵۹-۲۲۲۰۵۶-طارق روڈ کراچی ۴۴۷۴۱۸ - لاہور ۳۰۱۸۱۱، ۳۰۱۸۱۰-راولپنڈی ۶۴۲۱۷
اسلام آباد ۸۲۸۷۱۱- ملتان ۷۵۲۱۵- فیصل آباد ۲۷۸۵۶ - حیدرآباد ۳۱۶۹۳
سکھر ۱۵۸۵۴۷- پشاور ۷۴۸۲۸-کوئٹہ ۷۱۳۰۴ - میرپور آزاد کشمیر ۲۲۳۷

ہم آپ ہی کی بہتر خدمت کے لئے آپکا تعاون چاہتے ہیں۔

نامزدگی

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں نامزدگی کا اندراج کرادیا ہے؟ اگر نہیں تو مہربانی کرکے اب جلد کروادیں۔

پالیسی کی تفویض

جب پالیسی کسی کے نام تفویض کی جاتی ہے تو سابقہ ورثار کی نامزدگی منسوخ ہوجاتی ہے۔ اگر پالیسی دوبارہ آپکے حق میں منتقل ہوتو ورثار کی نامزدگی ازسرِنو کرانا نہ بھولیے۔

مقررہ مدّت میں واجب الادا پریمیم کی ادائیگی

اسٹیٹ لائف کی طرف سے ادائیگی کی یاددہانی باقاعدہ طور پر کرائی جاتی ہے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ کبھی کسی وجہ سے آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اس لئے ادائیگی کی مقررہ تاریخ یاد رکھئے اور اپنا پریمیم ہمیشہ وقت پر، اور بہر صورت رعایتی مدّت کے اندر ادا کردیجئے۔

پریمیم کی ادائیگی کا طریقہ

رسید بلاتاخیر حاصل کرنے کیلئے اپنا پریمیم اپنے علاقائی دفتر کو بذریعہ رجسٹری ڈاک، چیک کی صورت میں بھیجئے۔ چیک اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن آف پاکستان ہی کو قابلِ ادائیگی ہونا چاہیئے۔

پتہ کی تبدیلی

پتہ تبدیل ہونے کی صورت میں اپنے علاقائی دفتر کو مطلع کرنا نہ بھولیئے اور تمام مراسلات میں اپنا پالیسی نمبر ضرور لکھئے۔

عمر کا اندراج

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں عمر کا اندراج کرالیا ہے؟ اگر نہیں تو براہِ مہربانی فوری اندراج کرالیجئے۔

اگر آپ کو ۱۵ دن کے اندر مراسلے کا جواب نہ ملے تو حسب ذیل پتے پر مطلع کریں۔

ایگزیکیٹو ڈائریکٹر (پی ایچ ایس)

اسٹیٹ لائف

انشورنس کارپوریشن آف پاکستان

پرنسپل آفس، پی۔او۔بکس نمبر ۵۷۲۵، کراچی

PID-I-2/82

United

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰیؕ
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰیؕ
(سورۃ والضحیٰ)
بے شک آنے والا وقت تمہارے لئے بہتر ہے اس وقت سے جو گزر چکا
اور بے شک تمہارا رب ایسی نعمتوں سے تم کو نوازے گا جو تم کو خوش کردیگی۔
یہ الفاظ مبارکہ جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب
فرمائے، تمام سچے مسلمانوں کیلئے طمانیت کا پہلو رکھتے ہیں۔
آیئے ہم اللہ تعالےٰ کے حضور میں سر جھکا کر ان رحمتوں کا شکر
بجالائیں جو امتِ مسلمہ پر اب سے پہلے ہوتی رہیں اور عہد کریں کہ
آئندہ اور زیادہ عنایات کا مستحق بننے کی کوشش کرینگے۔
ایک فریضہ جو ہم پر عائد ہوتا ہے، نظام اسلام کی تعمیر ہے۔
جو بفضلہٖ تعالیٰ پاکستان میں تشکل پذیر ہو رہا ہے۔
نیشنل بینک اس مبارک مہم میں حسبِ توفیق شریک رہے گا۔
نیشنل بینک آف پاکستان
قومی ترقی قومی بینک
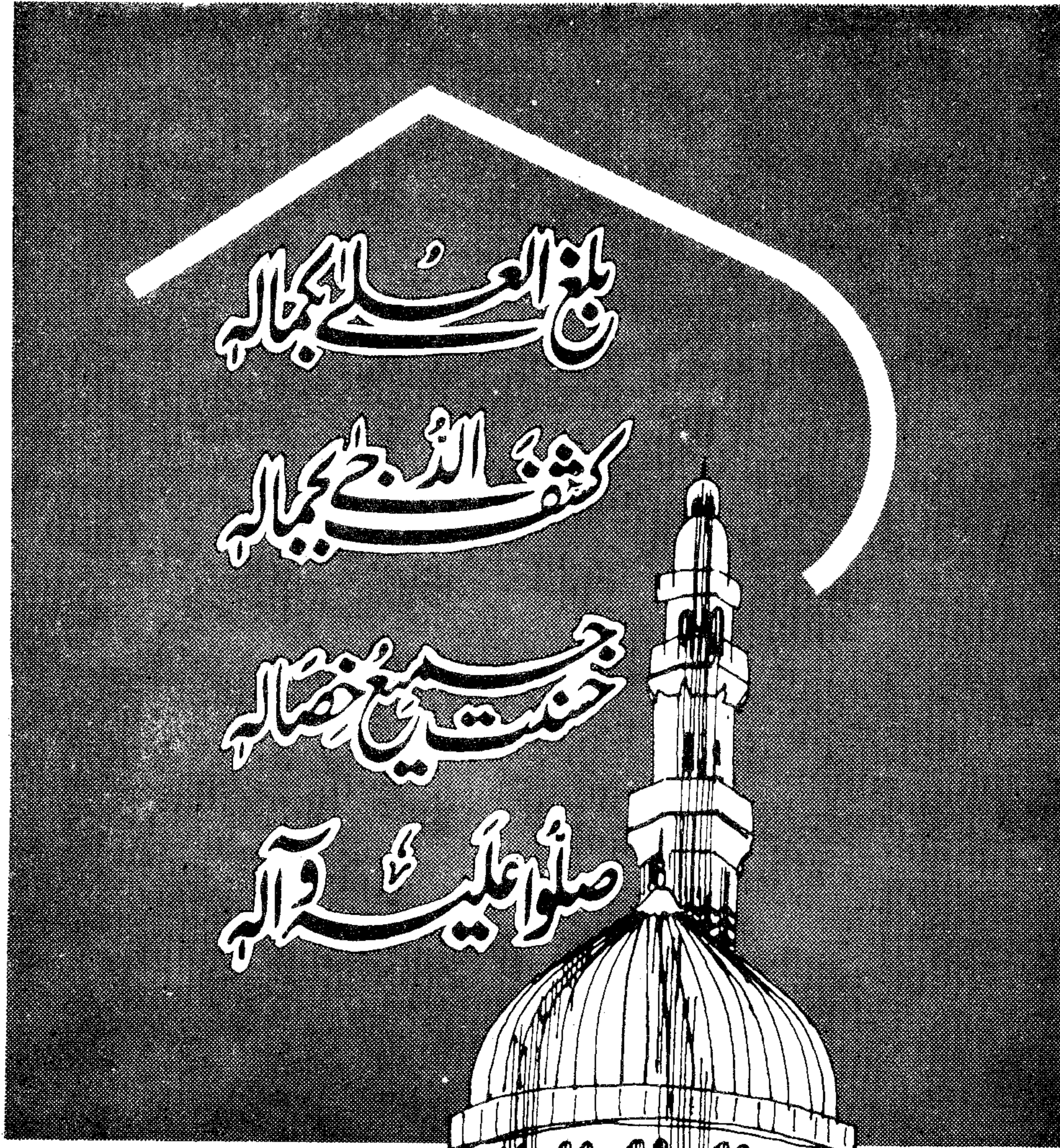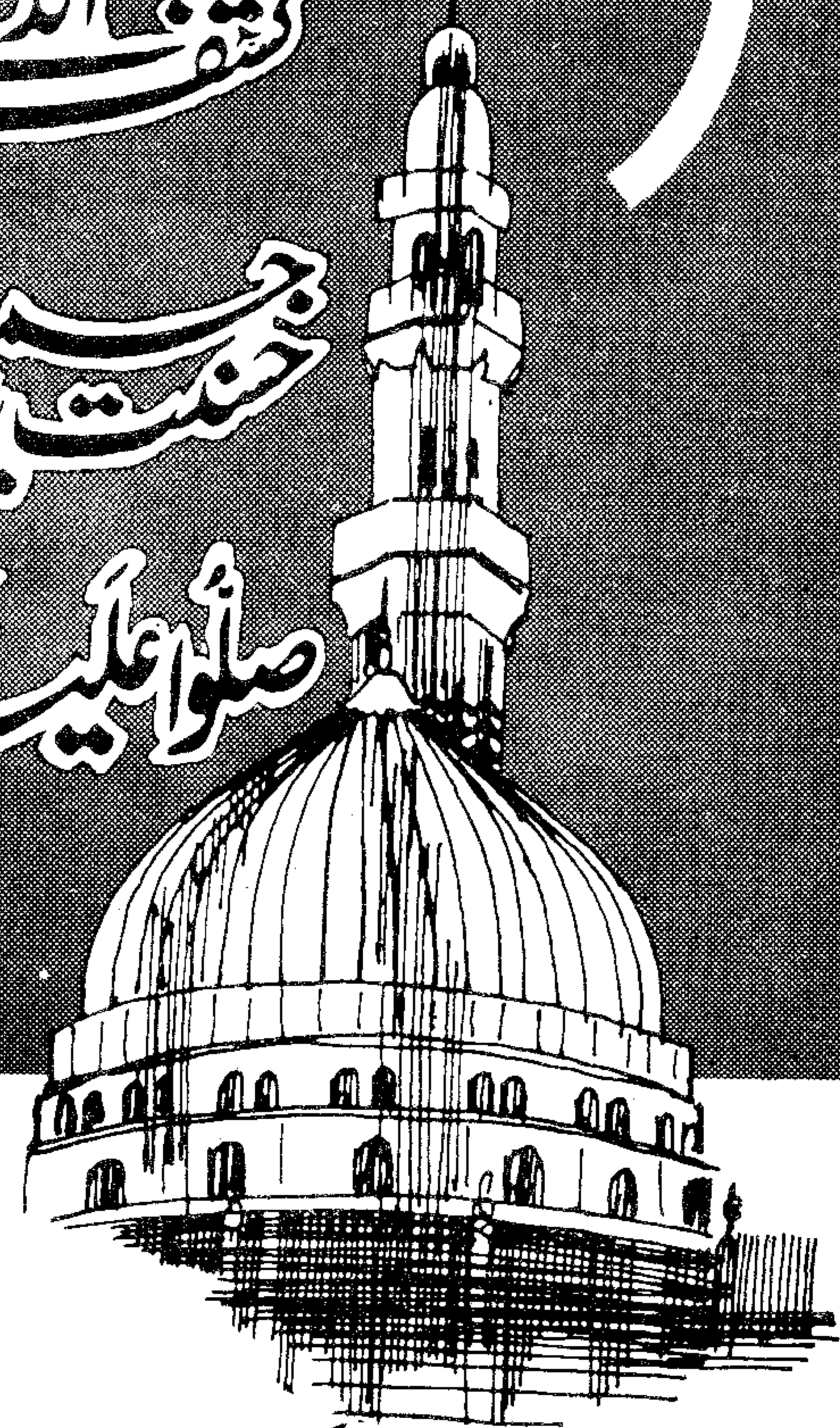
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ
United Bank Limited
PAKISTAN
UBL
یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ
آپ کی خدمت کے لئے کوشاں
manhattan PAKISTAN UBL-82.11

AL-HAQ